منافق کی علامت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقاً خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا: اِذَا ائْتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ» [بخاری رقم: ٣٤]

"جس شخص میں چار باتیں ہوں گی، وہ خالص منافق ہوگا جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، جب تک اس کو چھوڑ نہ دے گا: جب امانت دی جائے تو خیانت کرے، جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو عہد شکنی کرے، جب جھگڑے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔"

نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت ❹

رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنا اللہ تبارک وتعالیٰ کی پھٹکار اور جہنم سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَقِیَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ اٰمِیْنَ فَقِیْلَ لَہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَاکُنْتَ تَصْنَعُ ھٰذَا؟ فَقَالَ: قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ رَغِمَ اَنْفُ عَبْدٍ دَخَلَ عَلَیْہِ رَمَضَانُ لَمْ یُغْفَرْلَہٗ فَقُلْتُ اٰمِیْنَ ثُمَّ قَالَ رَغِمَ اَنْفُ عَبْدٍ اَدْرَکَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدَھُمَا لَمْ یُدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ فَقُلْتُ آمِیْنَ ثُمَّ قَالَ رَغِمَ اَنْفُ عَبْدٍ ذُکِرْتَ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ فَقُلْتُ آمِیْنَ.

''بے شک نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو تین مرتبہ آمین کہی تو آپ ﷺ سے کہا گیا یارسول اللہ ﷺ ہم نے آپ سے جو آج سنا ہے وہ پہلے نہ سنتا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے کہا اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس پر رمضان المبارک آیا تو اس کی بخشش نہ ہوئی تو میں نے کہا آمین پھر جبریل علیہ السلام نے کہا اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس نے آپنے والدین کو یا دونوں میں سے ایک کو پایا تو انہوں نے اسے جنت میں داخل نہ کروایا تو میں نے کہا آمین پھر جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اس شخص کی ناک خاک آلودہ ہو جس کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ آپ پر درود نہ بھیجے تو میں نے کہا آمین۔'' [صحیح ابن خزیمہ ۱۹۲/۳ الادب المفرد۱٦۸ ح ٦٤٦، فضل الصلاۃ علی النبی، ص: ۹]

رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھنے کے بہت مواقع ہیں ان میں سے ایک موقع مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" مَاجَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْہِ وَلَمْ یُصَلُّوا عَلٰی نَبِیِّھِمْ اِلَّا کَانَ عَلَیْھِمْ تِرَۃً فَاِنْ شَآءَ عَذَّبَھُمْ وَاِنْ شَآءَ غَفَرَلَھُمْ۔ "

''جب کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتی اور نہ ہی اپنے نبی کریم ﷺ پر درود پڑھتی ہے تو ان کی مجلس ان پر قیامت کے دن باعث حسرت وافسوس ہوگی پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے ان لوگوں کو عذاب کرے اور اگر چاہے تو انہیں معاف فرمادے۔'' [ترمذی: ۳۳۸۰]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً [ترمذی: ۴۸۴] ''روز قیامت لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کی دس گناہ معاف کی جاتی ہے اور اس کی دس درجے بلند کیے جاتے ہیں۔ [نسائی: ۱۲۹۷]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسنون و ماثور درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

[ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی]

فہرست

انصاف واحسان کرنے کا حکم

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [النحل: ۹۰]

''اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

عدل وانصاف کی فضیلت

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ، عِنْدَ اللّٰهِ، عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنْ يَّمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ، اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَاوَلُوْا)) [مسلم: ۱۸۲۷]

''عدل کرنے والے، اللہ رب العزت کے پاس نور کے منبروں پر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دائیں ہاتھ کے پاس ہوں گے، اور اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اہل وعیال کے معاملات میں اور جو کام ان کے سپرد تھے، ان میں عدل کرتے تھے۔''

حسن عاقبت کی دعا اور رسوائی وعذاب سے بچاؤ کی طلب

حضرت بسر بن ارطاۃ القرشی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرتے ہوئے سنا:

اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا، وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ۔ [مسند احمد: ۱۷۷۸، ۱۸۱/٤]

''اے اللہ! تمام امور میں ہمارا انجام اچھا کر دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں بچا۔''

یہ فتنہ............

اداریہ — حافظ احمد شاکر

برسرِ اقتدار آئے تو ایوب خان بھی چشمِ امریکہ کی شہ پا کر تھے لیکن جب ان کی حمیت نے انگڑائی لی...... جو شاید ۶۵ء کی جنگ کا نتیجہ تھی...... اور انہوں نے ''جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی'' لکھ ڈالی تو وہ مہربان چشمِ امریکہ نامہربان ہوگئی کہ آقا حکم عدولی برداشت نہ کرسکا اور پھر اس نے متبادل گھوڑوں کی تلاش بلکہ سعی پیہم کو پالیسی بنالیا۔

ایوب خان کے خلاف معاہدہ تاشقند کو سرعنوان بنایا گیا لیکن تاشقند کے تھیلے سے بلی کبھی باہر نہ آسکی مرحوم ایوب خان جو بقلم خود فیلڈ مارشل اور وقت کے ایک مضبوط حکم ران تھے ان کا حشر وطن عزیز کی تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے پھر امریکہ کی آتش انتقام اس پر ہی سرد نہ ہوئی ان کے خاندان اور اولاد کو ایسی ایسی آلائشوں سے لتھیڑا کہ اب ان کی ساری اولاد ایک قصہ پارینہ بن کر رہ گئی۔ ایوب خان نے امریکا کے تیوروں کو بھانپ کر نہایت دانائی اور انتہائی پرسکون اقتدار منتقل کر کے باقی زندگی گوشہ نشینی میں گزار دی اس لیے وہ اپنی مادرگیتی میں فانی زندگی کے ایام گزار کر طبعی موت سے انتقال کر گئے۔ رہے نام اللہ کا

ان سے اقتدار حاصل کرنے والے یحییٰ خاں امریکا کی خاص دریافت، سقوط مشرقی پاکستان کے مرکزی کردار کے طور پر، تاریخ کا ایک سیاہ باب بن کر مذکور رہیں گے ان کے بعد وطن عزیز کی مسند اقتدار پر مرحوم بھٹو تخت نشین ہوئے۔ ان کی سیاست میں ہنگامہ خیز آمد، غیر معمولی ذہانت وصلاحیت کی بنا پر ان کا عوام کے دلوں میں اتر جانا ان کی غیر معمولی سیاسی نعروں کی تشکیل پھر ان کا حجلۂ اقتدار میں داخل ہونا ان کا انداز حکمرانی، ان کے غیر معمولی فیصلے ان کی خوبیاں اور خامیاں یہ سب تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں لیکن ان کے عرق انفعال کے قطرے جب موتی بن گئے تو تلافی مافات کے طور پر وطن عزیز کے لیے ایٹم بم کو جب انھوں نے ناگزیر جانا اور انکل سام کے علی الرغم اپنی ساری ذہانت وصلاحیت اس پر صرف کر کے عملی جامہ پہنانے کا جب فیصلہ کرلیا تو آقا یہ برداشت نہ کرسکا۔ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کے فیصلے نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور بھٹو خاندان کے کھتے ایسا پڑا کہ اب وہ ان کے خاندان ہی کو ختم کر چکا ہے۔ اب اس راکھ میں سے کوئی چنگاری اگر سلگ اٹھے تو یہ تقدیر کا کرشمہ ہی ہوگا لیکن واقعات نے ثابت یہ کیا ہے کہ امریکا حکم کی سرتابی برداشت نہیں کرسکتا۔

اس کے بعد مرحوم جنرل ضیاء الحق آئے غالباً دعویٰ تو انھوں نے کوئی نہیں کیا وعدے بہت کیے جو عمل تسویف......عنقریب، عنقریب...... کے مظاہر ہی رہے۔ ان کے دور میں روس کی افغانستان میں پیش قدمی نے عالمی سیاست کا رخ ہی تبدیل کر دیا۔ امریکا کو آلہ کار مطلوب تھے اور پاکستان کو سرمایہ کار، اس میں کوئی شک نہیں کہ دوسرے حکم رانوں کی نسبت ضیاء حکومت نے بہت دانائی کے ساتھ امریکا سے خوب استمتاع کیا چناں چہ جب امریکا کا مقصد......روس کی شکست وریخت...... پورا ہوگیا تو مرحوم جنرل کی کوئی ذہانت وفطانت کام نہ آئی اس نے اپنے منصوبوں میں رکاوٹ جانتے ہوئے اپنے ایک سفیر اور بریگیڈیئر کا تڑکا لگا کر نہ صرف ان کو بلکہ پاک فوج میں سے ان کی ہم خیال پوری قیادت ہی کو نیست ونابود کر دیا اور اس کے بعد جناب صدر کے صاحبزادگان میں سے ایک کو تو شروع میں ہی کھڈے لائن لگا دیا تھا۔ دوسرے صاحبزادۂ گرامی ایک عرصہ اپنے والد کی برسی کے عنوان پر عوام سے خوب رابطے میں رہے اور عقیدت کی وراثت وصول کرتے رہے پھر دھیرے دھیرے ''مہربانوں'' کی خصوصی توجہات سے وہ مونہہ بولے بھائی سے ناطہ توڑ کر وطن عزیز کی سیاست کے غلیظ جوہڑ میں ڈبکیاں لینے لگے اور بالآخر اب یہ مرحلہ آچکا ہے کہ نیازمندان ضیاء الحق بھی ان سے کنی کترانے بلکہ پہلو بچانے لگے ہیں اور مونہہ بولے بھائی بھی ان کو مونہہ لگانے کو تیار نہیں۔ گویا کہ ایوب خان کی طرح ان کی نسل بھی میدانِ سیاست سے سالن سے مکھی کی طرح نکال دی گئی، کیوں؟ اس لیے اور صرف اس لیے کہ مرحوم جنرل نے انکل سام کا بے دام غلام بننے اور بغض مسلم کے امریکی منصوبے میں تعاون کی بجائے دنیا میں امریکا کے علی الرغم ایک مسلم بلاک قائم کرنے کی کوشش کی تھی

جسے امریکا کی صلیبی ذہنیت قطعاً قبول کرنے کو تیار نہ تھی۔

جنرل ضیاء الحق کو تباہ یعنی حادثہ بہاولپور کے بعد خلائی حکومت آنے تک چار بار حکومتیں تبدیل ہوئیں۔ جب پہلی بے نظیر حکومت قائم ہوئی تو وہ اس وقت خاصی شعلہ فشاں تھیں جب کہ دوسری بار ملنے والی حکومت میں ان سے تحمل ومتانت کا اظہار نسبتاً زیادہ ہوتا رہا۔ میاں نواز شریف اپنی پہلی حکومت میں ایک ٹھیٹھ کشمیری اور ناتراشیدہ سیاست دان کے طور پر نمایاں ہوئے لیکن دوسرے بار میں ''مہربانوں'' نے ان کو خاصا ''مہذب'' بنا دیا تھا اسی وجہ سے تو انھوں نے اپنی دوسری بار میں اقتدار سنبھالتے ہی اپنے ''فنڈ امینٹل'' نہ ہونے کا برملا اظہار کر دیا تھا اور ان کے اسی بار کے ابتدائی ایام حکومت میں رمزی یوسف عبداللہ عزام جیسے ان مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا تھا جنھیں میاں صاحب کے سیاسی مرشد اور اپنی عمر میاں صاحب کے نام کرنے والے جنرل ضیاء الحق بصد احترام پاکستان میں لایا اور ٹھہرایا گیا تھا۔ اور ان کے اسی دور حکومت میں جلوزئی کیمپ اور بعض دیگر مجاہد بستیوں کے اپریشنز کی ابتدا کی گئی تھی۔ اگر چہ ان چاروں حکومتوں سے امریکا نے کچھ مفادات بھی حاصل کیے لیکن واقعات بتاتے ہیں کہ امریکا حسب خواہش مقاصد ومفادات حاصل نہ کر سکا تھا۔ ہم سمجھتے ہیں ان دونوں حکمرانوں...... بے نظیر اور نواز شریف...... کو حسب جرم صرف جلاوطنی کی سزا دی گئی بے نظیر چونکہ سیاست دان تھی اس لئے وہ وقتی طور پر سمجھوتہ کر کے وطن واپس آ گئیں لیکن یہاں آ کر جب وہ امریکا کے دیے چارٹر پر عمل درآمد سے پہلوتہی کرنے لگیں تو ان کا پتہ ہی صاف کر دیا گیا۔

اسی اثناء میں امریکا ایک ''جوہر قابل'' تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا جس نے ایک ہی ٹیلیفون کال پر سب کچھ امریکا کی جھولی میں بھی ڈال دیا اور وہ خود اس کے سامنے بکری بھی بن گیا اور آٹھ سال تک وہ امریکا کے سامنے ممیاتا اور دردمندان اہل وطن پر غراتا رہا۔ وطن عزیز کو آفات، آزمائشوں اور طوفانوں کے حوالے کرنے کے باوجود غیر معمولی اطاعت شعاری کے باعث اس کی ''باعزت'' رخصتی بھی ہو گئی۔ وطن عزیز میں اس کو سیکورٹی بھی دی جا رہی ہے وہ اب وطن میں دندنا بھی رہا ہے اور چہچہا بھی۔ نیز جملہ سہولیات وآسائشوں سے بہرہ ور بھی ہو رہا ہے۔ اسی لیے کہ امریکا کو خود سپردگی کی خوبیوں والی ایسی ہی شخصیت درکار تھی۔ قبلہ شاہ جی کا جب اپنی حصہ رسدی خدمت ادا کر کے اس کے معاوضے پر عیش وعشرت کرنے کا ارادہ ہوا تو ہماری شامت اعمال کی سزا کے طور پر امریکا کو نقش ثانی نعش اوّل سے بھی مل گیا جس سے وہ بحران...... یعنی مستقبل کی منصوبہ بندی...... کا عرصہ بھی نکالے گا۔ شمال تک پہنچنے کی دیرینہ خواہش پوری کرنے کے لیے راستہ بھی ہموار...... جس کی ابتدا ہو چکی ہے...... کرے گا اور P.P.P کے لیے نقش ثانی کو گورباچوف بنا کر عوامی سیاست کے جذبے کو فریز کرنے کی کوشش بھی کرے گا۔

میاں نواز شریف کی وطن واپسی کے بعد کے ان کے سیاسی بیانات، سیاستدانوں سے مذاکرات، عدلیہ بحالی اور جمہوریت کے لیے تگ وتاز کے سلسلے میں ان کے ارشادات عدلیہ بحالی کے بعد قوم کی ان سے خوش آئند توقعات کی بجائے، اہم مسائل پر ان کی مفاہمت ومصالحت کا اظہار سامنے رکھ کر اب دو ایک ماہ سے ان کے بیانات میں تلوّن، گفتگو میں امریکا کے لیے ہیبت کی بجائے مودت والفت، امریکا مخالف ان کے دعووں میں تلخی وترشی کی بجائے مفاہمت ملائمت سوات اپریشن پر کچھ ذہنی تحفظات کے ساتھ تبصرے مشرف پر مقدمات کرنے کی بجائے اس کے قائم کردہ مقدمات سے گلوخلاصی کی سعی ہائے بے کراں، غائب شدہ افراد کی بازیابی اور سابقہ حکومت کی لوٹ مار کو کٹہرے میں لانے کی بجائے مستقبل کی محتاط منصوبہ بندیاں پھر موجودہ حکومت اور حکمرانوں کی کوتاہیوں وناکامیوں کا اخبارات میں بہ کثرت تذکرہ اور آنے والے دنوں میں میاں صاحب یا میاں برادران کی آسمانوں کی چھوتی ہوئی مقبولیت، میاں صاحب کو زمینی حقائق سے ناواقفیت کا طعنہ دینے والوں کا سلوک مہر محبت یہ سوچنے پر مجبور کر رہا ہے کہ۔

ان تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دور جام ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

ان سارے موضوعات پر وقت کا فیصلہ ہی آخر ہو گا تاہم ماضی کے آئینہ میں اگر امریکا کا کردار دیکھیں تو غالب کا یہ شعر سامنے آ جاتا ہے۔

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے ہوئے دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

عقیدۂ ختم نبوت احادیث کی روشنی میں

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وقد أخبر تعالی فی کتابه ورسوله فی السنة المتواترة عنه: أنه لا نبی بعدهٗ لیعلموا أن کل من ادعی هذا المقام بعده فهو کذاب افّاك، دجال ضال مضل ـ" [تفسیر ابن کثیر: ۵/ ۱۸۸، تحت آیت سورة الاحزاب: ۴۰]

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول نے سنت (حدیث) جو آپ سے متواتر اً منقول ہے میں خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، تا کہ لوگوں کو علم ہوجائے کہ ہر وہ شخص جو نبی کریم ﷺ کے بعد اس مقام (نبوت) کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا، مفتری، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔''

① ...... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" کانت بنو إسرائیل تسوسهم الأنبیاء، کلما هلك نبی خلفه نبی، وإنه لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون ـ" [صحیح بخاری: ۳۴۵۵، صحیح مسلم: ۱۸۴۲]

''بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء علیہم السلام کرتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ (جانشین) ہوتا مگر (سن لو) میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلیفے ضرور ہوں گے، بکثرت ہوں گے۔''

② ...... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إن مثلی ومثل الأنبیاء من قبل کمثل رجل بنٰی بیتا فأحسنه وأجمله الا موضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون: هلا وضعت هذه اللبنة؟ قال: فأنا اللبنة، وأنا خاتم النبیین ـ" [صحیح بخاری: ۳۵۳۵، صحیح مسلم: ۲۲/۲۲۸۶]

''میری اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے حسین وجمیل گھر بنایا، لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس عمارت کے ارد گرد گھومتے ہیں اور اس کی عمدگی پر اظہار حیرت کرتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ اینٹ کی جگہ مکمل کیوں نہ کردی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں، اور میں خاتم النبیین ہوں۔''

③ ...... سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" فأنا موضع اللبنة، جئتُ فختمت الأنبیاء علیهم السلام ـ" [صحیح مسلم: ۲۲۸۷]

''میں اس اینٹ کی جگہ ہوں، پس میں آیا، میں نے انبیاء علیہم السلام کی آمد کے سلسلے کو ختم کردیا۔''

ایک روایت میں ہے:

" فأنا موضع اللبنة ختم بی الأنبیآء ـ"

''اس اینٹ کی جگہ میں آ ہوگیا ہوں، انبیاء کی آمد مجھ پر ختم اور منقطع ہوگئی ہے۔'' [مسند الطیالسی: ۱۸۹۴، وسنده صحیح

کالشمس وضوحاً]

④......سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" فضلت على الأنبياء بست: أعطيت جوامع الكلم، ونصرت بالرعب، وأحلت لى المغانم، وجعلت لى الأرض طهوراً ومسجداً وأرسلت إلى الخلق كافة، وختم بى النبيون ـ" [صحيح مسلم: ٥٢٣]

''مجھے چھ چیزوں میں انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے، مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں۔ رعب ودبدبہ کے ساتھ میری نصرت کی گئی ہے۔ مالِ غنیمت میرے لیے (بشمول امت) حلال قرار دیا گیا ہے۔ میرے لیے (بشمول امت) ساری کی ساری زمین مسجد اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دی گئی ہے۔ میں پوری دنیا کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔''

⑤......سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" أنا محمد، وأنا أحمد، وأنا الماحى الذى يمحى بى الكفر، وأنا الحاشر الذى يحشر الناس على عقبى، وأنا العاقب، والعاقب الذى ليس بعدهٗ نبى ـ" [صحيح بخارى: ٣٥٣٢، صحيح مسلم: ٢٣٥٤ واللفظ له]

''میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ سے کفر کو محو کیا جائے گا، میں حاشر ہوں کہ میرے بعد حشر برپا ہوگا۔ میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔''

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد قیامت قائم ہوجائے گی۔ آپ کے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

⑥......سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" وإنه سيكون فى أمتى كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبى، وأنا خاتم النبيين، لا نبى بعدى ـ"

''میری امت میں تیس بڑے جھوٹے پیدا ہوں گے، جن میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ حالاں کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' [ابوداؤد: ٤٢٥٢، ترمذى: ٢٢١٩، ابن ماجه: ٣٩٥٢، مستدرك حاكم: ٤/ ٤٥٠، وسنده صحيح واصله فى مسلم: ١٩٢٠، ٢٨٨٩ دار السلام]

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن صحیح'' اور امام حاکم نے بخاری ومسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

⑦......سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إن الرسالة والنبوة قد انقطعت، فلا رسول بعدى ولا نبى ...... " [مسند الامام احمد، ج:٣، ص:٢٦٧، ح: ١٣٨٦، ترمذى: ٢٢٧٢، فضائل الطبرانى، ص:٣٣٨، ٣٣٩، حاكم: ٤/ ٣٩١، ابن ابى شيبه: ١١/ ٥٣ وسنده صحيح]

''اس میں کوئی شک نہیں کہ رسالت ونبوت منقطع ہوچکی ہے، میرے بعد اب نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول۔''

اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن صحیح'' امام الضیاء [۲۶۴۵] نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم نے اس کی سند کو بخاری ومسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ یہ حدیث تنصیص وتصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔

⑧......سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

" ايها الناس إنه لا نبی بعدی ولا أمة بعدکم ۔"
[المعجم الکبیر للطبرانی: ۸/ ۱۱۵، ح: ۷۵۳۵، السنة لابن ابی عاصم: ۱۰۹۵ وسندہ صحیح]
''اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں، تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔''

⑨......سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دجال کے بارے میں خطبہ دیا:

" ایها الناس! إنه لم تکن فتنة علی الأرض أعظم من فتنة الدجال، وإن اللّٰه لم یبعث نبیاً إلا حذرہٗ امته، وأنا آخر الأنبیاء، وأنتم آخر الأمم، وهو خارج فیکم لا محالة، فإن یخرج وأنا فیکم فأنا حجیج کل مسلم، وإن یخرج من خلة بین الشام والعراق، فیعیث یمینا، ویحیث شمالاً، فیا عباد اللّٰه! اثبتوا، فإنه یبدأ فیقول: أنا نبی ولا نبی بعدی، ثم یثنی فیقول: أنا ربکم، ولن تروا ربکم حتی تموتوا، وإنه اعور، وإن ربکم لیس بأعور، وإنه مکتوب بین عینیه "کافر" یقرؤہ کل مؤمن، فمن لقیه منکم فلیقل فی وجهه ...... ۔" [السنة لابن أبی عاصم: ۴۰۰، وسندہ حسن، عمرو بن عبداللّٰه الحضرمی وثقه ابن حبان والعجلی]

''اے لوگو! روئے زمین پر فتنہ دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں، ہر نبی نے اپنی امت کو اس فتنہ سے ڈرایا ہے۔ میں آخری نبی ہوں، اور تم آخری امت ہو، وہ لامحالہ اس امت میں آنے والا ہے۔ اگر وہ میری زندگی میں آ جائے، تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کا حریف ہوں۔ وہ اگر میرے بعد آئے تو ہر آدمی اپنے طور پر اس کا حریف ہے۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے ہر مسلمان پر نگہبان ہے۔ وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا، چار سو فساد برپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رکھنا وہ اس بات سے ابتداء کرے گا کہ میں نبی ہوں، (یاد رکھو) میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ دوسرے نمبر پر یہ بات کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ جب کہ تم مرنے سے پہلے اپنے رب کو نہ دیکھ سکو گے۔ اس کی حالت یہ ہوگی کہ وہ کانا ہوگا جب کہ تمہارا رب کانا نہیں۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوگا، جسے ہر مومن پڑھ لے گا۔ آپ میں سے جو بھی اُسے ملے، اُس کے منہ پر تھوک دے......۔''

⑩......سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إنی عند اللّٰه مکتوب لخاتم النبیین، وإن آدم لمنجدل فی طینة، وسأخبرکم بأول ذلك: دعوة أبی إبراهیم، وبشارة عیسی بی، والرؤیا التی رأت أمی وکذلك أمهات النبیین یرین، أنها رأت حین وضعتنی أنه خرج منها نور أضاء ت منه قصور الشام ۔" [مسند الإمام احمد: ۴/ ۱۲۷، تفسیر طبری: ۱/ ۵۵۶، ۲۸/ ۸۷ واللفظ له، تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۲۶۴، طبقات ابن سعد: ۱/ ۱۴۸، ۱۴۹، تاریخ المدینة لعمر بن شبه: ۲/ ۶۳۶، المعرفة والتاریخ لیعقوب بن سفیان: ۲/ ۳۴۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۸/ ۲۵۲، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۹۳۹، مستدرك حاکم: ۲/ ۴۱۸، دلائل النبوة للبیهقی: ۱/ ۸۰، ۳۸۹، ۳۹۰، ۲/ ۱۳۰، وسندہ حسن]

''آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں ہی تھے کہ مجھے اللہ کے ہاں آخری نبی لکھ دیا گیا تھا، اور میں آپ کو اس کی تاویل وتعبیر بتاتا ہوں کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں، اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں، جو انھوں نے میری ولادت سے پہلے دیکھا تھا اور انبیاء کی مائیں اسی طرح کے خواب دیکھتی ہیں۔ میری ماں نے میرے ایامِ ولادت کے دوران دیکھا کہ

ان سے ایک روشنی نکلی جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔''
اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ [۶۴۰۴] نے ''صحیح'' اور امام حاکم نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ''صحیح'' کہا ہے۔
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
" فإني آخر الأنبياء، وإن مسجدي آخر المساجد۔"
''میں آخری نبی ہوں، اور میری مسجد آخری مسجد (نبوی) ہے۔'' [صحیح مسلم: ۱۳۹۴/ ۵۰۷ دارالسلام]
⑫......سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:
" خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم علي بن أبي طالب، في غزوة تبوك، فقال: يا رسول الله تخلفني في النساء والصبيان؟ فقال: أما ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسیٰ؟ غير أنه لا نبي بعدي ۔" [صحیح بخاری: ۳۷۰۶، صحیح مسلم: ۲۴۰۴ واللفظ له]
''غزوۂ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو (مدینہ) میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ علی بن ابی طالب نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ میرے ساتھ آپ کی وہی نسبت ہو، جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''
⑬......اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا:
" أنت مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه ليس نبي بعدي ۔" [مسند الامام احمد: ۶/ ۳۶۹، ۴۳۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۱۴۳، مسند اسحاق: ۲۱۳۹، السنة لابن ابی عاصم: ۱۳۴۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۴/ ۱۴۶، مصنف ابن ابی شیبه: ۱۲/ ۶۰، ۶۱ وسنده صحیح]
''آپ کی اور میری وہ نسبت ہے جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''
حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
" رواه أحمد والطبراني ورجال أحمد رجال الصحيح غير فاطمة بنت علي وهي ثقة ۔"
[مجمع الزوائد: ۹/ ۱۰۹]
⑭......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
" لا يبقى بعدي من النبوة شيء إلا المبشرات قالوا: يا رسول الله وما المبشرات؟ قال الرويا الصالحة يراها الرجل او ترى له ۔" [زوائد مسند الامام احمد: ۶/ ۱۲۹، البزار (کشف الاستار: ۲۱۱۸) وسنده حسن۔ سعید بن عبدالرحمٰن الجمعی صدوق حسن الحدیث ہے، المؤتلف للدارقطنی: ۱/ ۱۷۷ وسنده حسن]
''میرے بعد مبشرات کے علاوہ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں، صحابہ کرام نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مبشرات (خوش خبریاں) کیا ہیں؟ فرمایا نیک خواب جو آدمی دیکھتا ہے، یا اُسے دیکھایا جاتا ہے۔''
⑮......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
" لم يبق من النبوة إلا المبشرات، قالوا: وما المبشرات؟ قال: الرؤيا الصالحة ۔" [صحیح بخاری: ۶۹۹۰]
''نبوت میں سے مبشرات کے علاوہ کچھ باقی نہیں، صحابہ نے عرض کی مبشرات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک خواب۔''
⑯......سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

نے فرمایا:

" ذهبت النبوة فلا نبوة بعدی إلا المبشرات قيل: وما المبشرات؟ قال الرؤيا الصالحة يراها الرجل أو ترى له ـ" [البزار (كشف الاستار: ۲۱۲۱)، المعجم الكبير للطبرانی: ۳۰۵۱ وسنده صحيح]

''نبوت ختم ہوگئی ہے، میرے بعد کوئی نبوت نہیں، سوائے مبشرات کے۔ کہا گیا مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا: نیک خواب جو آدمی دیکھتا ہے، یا اُسے دکھایا جاتا ہے۔''

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" رواه الطبرانی والبزار ورجال الطبرانی ثقات ـ" [مجمع الزوائد: ۷/ ۱۷۳]

شیخ المعلمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" اتفق أهلى العلم على أن الرؤيا لا تصلح للحجة، وإنما هي تبشير وتنبيه، وتصلح للاستئناس بها إذا وافقت حجة شرعية صحيحة ......ـ" [التنكيل: ۲/ ۲٤۲ للشيخ عبدالرحمن المعلمی]

''اہل علم اس بات پر متفق اللسان ہیں کہ (امتی) کا خواب حجت (شرعی) کی صلاحیت نہیں رکھتا، وہ محض بشارت اور تنبیہ کا کام دیتا ہے۔ البتہ جب صحیح شرعی حجت کے مطابق وموافق ہو تو مانوسیت وطمانیت کا فائدہ دیتا ہے۔''

⑰......سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ايها الناس! إنه لم يبق من مبشرات النبوة إلا الرؤيا الصالحة يراها المسلم، أو ترىٰ له ـ" [صحيح مسلم: ٤٧٩]

''اے لوگو! مبشراتِ نبوت میں سے صرف نیک خواب باقی رہ گئے ہیں، جو ایک مسلمان آدمی وہ خواب دیکھتا ہے، یا اُسے دکھائے جاتے ہیں۔''

⑱......سیدہ ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ذهبت النبوة وبقيت المبشرات ـ" [مسند احمد: ٦/ ۳۸۱، مسند حميدی: ۳٤۸، ابن ماجه: ۳۸۹٦ وسنده حسن]

''نبوت ختم ہوگئی ہے، مبشرات باقی ہیں۔''

اس حدیث کو امام ابن حبان [۶۰۴۷] نے ''صحیح'' کہا ہے۔ ابویزید المکی حسن الحدیث ہے۔ امام ابن حبان اور امام عجلی نے اس کی توثیق کررکھی ہے۔

⑲......سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ فجر کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ کیا آپ میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ اور فرمایا کرتے تھے:

" انه ليس يبقى بعدی من النبوة إلا الرؤيا الصالحةـ" [مؤطا امام مالك: ۲/ ۹٥٦، مسند احمد: ۲/ ۳۲٥، ابوداؤد: ٥۰۱۷، مستدرك حاكم: ٤/ ۳۹۰، ۳۹۱ وسنده صحيح]

''یقیناً میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں (یعنی نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے) البتہ نیک خواب باقی ہیں۔''

اس حدیث کو امام ابن حبان [۶۰۴۸] اور امام حاکم نے ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا ہے۔ مبشرات یعنی مسلمان آدمی کے نیک خواب جو اجزائے نبوت میں سے ہیں، باقی رہیں گے۔

⑳......سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

" لو كان نبی بعدی لكان عمر بن الخطاب ـ" [ترمذی: ۳٦۸٦، مسند الامام احمد: ٤/ ۱٥٤، المعجم الكبير للطبرانی: ۱۷/ ۱۸۰، ۲۹۸، مستدرك حاكم: ۳/

۸۵، ح: ٤٤٩٥ وسنده حسن]
''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔''
اس حدیث کو امام ترمذی نے ''حسن غریب''، امام حاکم نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

" مشرح بن هاعان وثقه الجمهور ـ"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی تشریعی یا غیر تشریعی نہیں آئے گا۔ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی نہ ہوئے، تو اور کون ہوسکتا ہے؟

㉑...... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لقد كان فيمن كان قبلكم من بني إسرائيل رجال يكلمون من غير أن يكونوا أنبياء، فإن يكن في أمتي منهم أحد منهم ـ" [صحيح البخاري: ٣٦٨٩]

''آپ سے پہلے جو بنی اسرائیل گزرے ہیں، ان میں سے ایسے لوگ بھی تھے، جن سے کلام کی جاتی تھی، جب کہ وہ نبی نہیں تھے۔ اگر میری امت میں سے کوئی ہوا، تو عمر ہوں گے۔''
ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں:

" لقد كان فيما قبلكم من الأمم محدثون، فإن يكن في أمتي أحد، فإنه عمر ـ" [صحيح البخاري: ٣٦٨٩ ورواه مسلم: ٢٣٩٨ وغيره من حديث عائشه]

''پہلی امتوں میں ''محدث'' گزرے ہیں۔ اگر میری امت میں کوئی ہوا، تو عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔''
سیدہ عائشہ کی ایک روایت کے الفاظ ہیں:

" ما كان من نبي إلا وفي أمته معلَّم أو معلمان، فإن يكن في أمتي أحد منهم فعمر بن الخطاب ـ"

''کوئی نبی ایسے نہیں گزرے، جن کی امت میں ایک دو معلم نہ ہوئے ہوں۔ اگر میری امت میں کوئی ہوا، تو عمر بن خطاب ہوں گے۔'' [السنة ابن ابی عاصم: ۱۲۹۷ وسنده حسن]
اس کے راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد موثق حسن الحدیث ہیں۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

" وهو ثقة عند الجمهور وتكلم فيه بعضهم بما لا يقدح فيه ـ" [نتائج الافكار لابن حجر: ٣٠٤]

''یہ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں، بعض نے ان میں کلام کی ہے، جو موجب قدح نہیں۔''
یاد رہے کہ ''محدث''، ''مکلم'' اور ''معلم'' کا ایک ہی مطلب ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی محدث و مکلم اور معلم اس امت میں ہوا، تو عمر بن خطاب ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر عمر نہ ہوئے تو کوئی بھی نہ ہوگا۔ یعنی نبی تو درکنار محدث و مکلم اور ماہم بھی نہ ہوگا۔

㉒...... اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی (حسن الحدیث) کہتے ہیں:

" سألت أنس بن مالك قلت: صلّى رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابنه ابراهيم؟ قال: لا أدري، رحمة اللّٰه على ابراهيم لو عاش كان صديقا نبيا ـ" [مسند الإمام احمد: ٣/ ٢٨٠، ٢٨١، طبقات ابن سعد: ١/ ١٤٠ وسنده حسن]

''میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم پر نمازِ جنازہ پڑھی تھی؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نہیں جانتا (پڑھی تھی یا نہیں پڑھی تھی) ابراہیم پر اللہ کی رحمت ہو اگر وہ زندہ ہوتے تو سچے نبی ہوتے۔''

㉓...... اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفی سے کہا:

" رأيت ابراهيم ابن النبي صلى الله عليه وسلم؟ قال: مات صغيرا، ولو قضى ان يكون بعد محمد صلى الله عليه وسلم نبي عاش ابنه، ولكن لا نبي بعده ـ" [صحيح بخاری: ٦١٩٤، ابن ماجه: ١٥١٠،

المعجم الاوسط الطبرانی: ٦٦٣٨، تاریخ ابن عساکر: ٣/ ١٣٥]

''کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کے بیٹے ابراہیم کو دیکھا ہے؟ فرمایا وہ بچپن میں ہی فوت ہوگئے، اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوسکتا ہے، تو آپ ﷺ کے صاحبزادے زندہ رہتے۔ لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس لیے آپ کا بیٹا ابراہیم زندہ نہ رہا۔

۲۴...... نبی کریم ﷺ کے بعد جو بھی مدعی نبوت ہوگا، وہ مفتری اور دجال وکذاب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے:

" إن بين يدی الساعة ثلاثين كذاباً دجالاً، كلهم يزعم أنه نبی ۔" [دلائل النبوة للبيهقی: ٦/ ٤٨٠ وسنده حسن]

''قیامت سے پہلے تیس کذاب دجال پیدا ہوں گے۔ وہ سارے کے سارے نبوت کے دعوے دار ہوں گے۔''

نیز فرمایا:

" لا تقوم الساعة حتى يخرج ثلاثون كذابا دجالاً كلهم يكذب على الله وعلى رسوله ۔" [ابوداؤد: ٤٣٣٤ وسنده حسن]

''قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک (نامور) تیس کذاب دجال پیدا نہیں ہوں گے۔ وہ سارے کے سارے اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھتے ہوں گے۔''

۲۵......سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" أبيتم فو الله إنی لأنا الحاشر، وأنا العاقب وأنا النبی المصطفى، آمنتم أو كذبتم ۔" [مسند الامام احمد، ج:٦، ص:٢٥، ح: ٢٤٤٨٤ وسندهٔ حسن]

''(اے یہودیو! تم نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا انکار کیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں حاشر ہوں (یعنی میرے بعد حشر برپا ہوگا) میں عاقب ہوں (یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا) میں نبی مصطفیٰ ہوں خواہ تم (مجھ پر) ایمان لے آؤ یا (میری) تکذیب کردو۔'' (آپ ایمان لائیں یا نہ لائیں بہرصورت میں اللہ کا آخری نبی ہوں۔)

سیدنا سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" وإنه والله لا تقوم الساعة حتى يخرج ثلاثون كذاباً آخرهم الأعور الدجال ۔" [مسند الإمام احمد: ٥/ ١٦، طبرانی: ٦٧٩٧، ٦٧٩٨، ٦٧٩٩، مستدرك حاكم: ١/ ٣٢٩، ٣٣٠ وسندهٔ حسن]

''اللہ کی قسم! اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی، جب تک تیس (نامور) جھوٹے (نبی) پیدا نہیں ہوں گے، ان میں آخری کانا دجال ہوگا۔''

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ [۱۳۹۷] امام ابن حبان [۲۸۵۶] نے ''صحیح'' اور امام حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس حدیث کو ابوداؤد [۱۱۸۴]، نسائی [۱۴۸۴] اور ترمذی [۵۶۲] نے مختصراً اسی سند سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس کو ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے۔

اس کا راوی ثعلبہ بن عباد ''حسن الحدیث'' ہے۔ امام ابن خزیمہ امام ابن حبان، امام ترمذی، اور امام حاکم نے اس کی حدیث کی تصحیح کر کے اس کی توثیق کی ہے۔ لہٰذا ان کو ''مجہول'' کہنے والوں کا قول مردود ہے۔ فافہم



بدعت اور اس کی حقیقت

حافظ صلاح الدین یوسف، مدیر: شعبہ تحقیق وتالیف وترجمہ دارالسلام، لاہور

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً ...... سے استدلال؟

اہل بدعت، بدعات سازی کے جواز میں اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يُنْقَصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يُنْقَصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ۔"

[صحیح مسلم، العلم، باب من سن، حدیث: ۱۰۱۷]

''جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا، پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس کو اس شخص کی مثل اجر ملے گا جس نے اس پر عمل کیا، اس کے اجر میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا، پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس پر اس کی مثل گناہ کا بوجھ پڑے گا جس نے اس پر عمل کیا۔ ان کے بوجھوں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

اس حدیث سے ان کے استدلال کی بنیاد سَــــــنَّ کا لفظ ہے جو اختراع (ایجاد کرنے) کے معنی میں آتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اچھے طریقے کی ایجاد کو اجر وثواب کا باعث قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ استدلال متعدد وجوہ سے غلط ہے۔

قرآنِ کریم یا حدیث کے کسی ایک لفظ سے ان کے محض لغوی ومعنوی کی بنیاد پر استدلال گمراہانہ اور اہل باطل کا طریقہ ہے۔ اس کے برعکس اہل سنت والجماعت کا طریق استدلال مجموعی تعلیمات کی روشنی میں آیت یا حدیث کا مفہوم سمجھنا ہے۔ اس کے لیے اگر کسی جگہ لغوی مفہوم سے انحراف بھی کرنا پڑے، یا اس کے کئی معنوں میں سے ایک معنی لینا پڑے تو ایسا ہی کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی آیت یا حدیث سے متصادم ہو، یہ بھی اہل باطل کا طریقہ ہے۔ اہل سنت یہ بھی نہیں کرتے بلکہ ایسا مفہوم مراد لیتے ہیں جو دوسری آیت یا حدیث کے ظاہری ٹکراؤ کو ختم کر دیتا ہے۔

اس کی متعدد مثالیں ہیں لیکن یہاں ہم بات کو سمجھانے کے لیے ایک آیت اور ایک حدیث کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔

قرآنِ کریم میں طلاق کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔

﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ﴾ [البقرة ۲: ۲۲۹]

یعنی جس طلاق میں رجوع ہوسکتا ہے، وہ دو مرتبہ ہے۔ اب اگر کوئی شخص مختلف اوقات میں دو مرتبہ طلاق دے کر رجوع کر چکا ہو اور پھر تیسری مرتبہ طلاق دے دے تو قرآن میں ایسے شخص کے لیے کہا گیا ہے:

﴿ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ﴾ [البقرة ۲: ۲۳۰]

''جس عورت کو، اس کا خاوند (تیسری) طلاق بھی دے دے تو اب اس عورت کا اس مرد کے ساتھ نکاح جائز نہیں یہاں تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔''

اس کا مطلب احادیث کی روشنی میں یہ ہے کہ ایسی مطلقہ ثلاثہ عورت کسی اور شخص سے آباد رہنے کی نیت سے نکاح کرے، پھر اتفاق سے وہ مر جائے یا وہ اس کو طلاق دے دے۔ تو اس عورت کا پہلے خاوند سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ یہ قرآنِ کریم کی اس آیت کا وہ صحیح مفہوم ہے جو دیگر دلائل کو سامنے رکھ کر متعین کیا گیا ہے اور اہل حق کے ہاں مسلمہ ہے۔

لیکن دو گروہوں نے دیگر دلائل شرعیہ، حدیثیہ سے گریز کر کے **حتی تنکح** (نکاح) کے صرف لغوی معنی کو سامنے رکھ کر نہایت غلط موقف اختیار کیا ہے۔ ایک نے کہا: اگر ایسی عورت کسی مرد سے نکاح کر لیتی ہے، اس سے تعلق زوجیت قائم نہیں کرتی اور اس کو طلاق ہو جاتی ہے تو اس عورت کا پہلے خاوند کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا جائز ہے۔ (یہ موقف فراہی گروہ، جس کو غامدی گروہ بھی کہا جا سکتا ہے، نے اختیار کیا ہے جو حدیث کو قطعاً اہمیت نہیں دیتا۔)

[ملاحظہ ہو تفسیر ''تدبر القرآن'' زیر تحت آیت مذکورہ]

یہ مطلب نکاح کے ظاہری اور لغوی معنی کے اعتبار سے تو صحیح ہے لیکن دیگر دلائل شرعیہ کی روشنی میں یکسر غلط ہے۔ کیوں کہ حدیث کی رو سے یہاں نکاح صرف ایجاب وقبول کے معنی میں نہیں ہے بلکہ وطی (ہم بستری) کے معنی میں ہے، اس لیے جب تک دوسرا خاوند نکاح کے بعد اس عورت سے خلوت صحیحہ اختیار نہیں کرتا اور دونوں ایک دوسرے کا مزہ نہیں چکھ لیتے، اس وقت تک پہلے خاوند سے اس کا نکاح صحیح نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو تیسری طلاق بھی دے دی تو ان کی مطلقہ نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور صرف نکاح کے بعد (ہم بستری کے بغیر) دوبارہ پہلے خاوند حضرت رفاعہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہا تو نبی ﷺ نے اس کی اجازت نہیں دی اور اس عورت سے فرمایا:

"لَا، حَتّٰى تَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ۔"

''یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک تو اس کا مزہ اور وہ تیرا مزہ نہ چکھ لے۔'' [صحيح البخاري، الطلاق، باب إذا طلقها ثلاثا ثم تزوجت بعد العدة زوجاً غيره فلم يمسها، حديث: ٥٣١٧]

ایک دوسرے گروہ نے یہ موقف اختیار کیا کہ مطلقہ ثلاثہ اگر کسی مرد سے شرط کر کے صرف ایک دو راتوں کے لیے نکاح کر لے اور پھر اس سے طلاق لے کر (عدت گزارنے کے بعد) پہلے خاوند سے نکاح کر لے تو بغرض تحلیل یہ مشروط نکاح جائز ہے۔ یہ وہی حلالہ ہے جس کا فتویٰ علمائے احناف دیتے ہیں۔ ان کا استدلال بھی لفظ نکاح کے ظاہری ولغوی معنی سے ہے۔ حالاں کہ حدیث رسول ﷺ کی رو سے اسلام میں اس مروّجہ حلالہ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس طرح مشروط نکاح نہیں ہوتا، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اس پر سخت وعید بیان فرمائی ہے۔ چناں چہ حدیث میں ہے:

"لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُحِلَّ وَ الْمُحَلَّلَ لَهُ۔"

[جامع الترمذي، النكاح، باب ما جاء في المحل والمحلل له، حديث: ١١٢٠]

''رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا جائے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں حلالہ کرنے والے شخص کو رسول اللہ ﷺ نے ''**التيس المستعار**'' (کرائے کا سانڈ) قرار دیا ہے۔

[سنن ابن ماجه، النكاح، باب المحلل......، حديث: ١٩٣٦]

ان احادیث کی رو سے حلالہ والا نکاح، نکاح نہیں۔ شیعوں کے متعہ کی طرح بدکاری ہے، اسی لیے اس کو لعنتی فعل قرار دیا گیا ہے۔ اگر یہ واقعی نکاح ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کے مرتکبین پر لعنت نہ فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے حلالے کی نیت سے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن پھر اس کی نیت بدل گئی اور وہ چاہتا ہے کہ اس کو طلاق دینے کی بجائے اپنے گھر ہی میں آباد رکھے۔ تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے بلکہ اگر وہ اس کو رکھنا چاہتا ہے تو نیا نکاح کرے اور پھر اس کو رکھے۔ [جامع الترمذي، باب ما جاء في المحل والمحلل له، حديث: ١١٢٠]

اس کا صاف مطلب ہے کہ بغرض حلالہ نکاح، نکاح نہیں سفاح (بدکاری) ہے۔ چناں چہ حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حلالے کا مشروط نکاح زناکاری ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں (الگ الگ) دے دیتا ہے۔ پھر ایک شخص اس عورت سے اس غرض سے نکاح کر لیتا ہے تا کہ وہ اس کو اپنے بھائی کے لیے حلال کر دے۔

" هُوَ تَحِلُّ لِلْأَوَّلِ ۔"

''کیا اس طریقے سے وہ پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

" لَا، اِلَّا نِكَاحَ رَغْبَةٍ ۔"

''نہیں، رغبت والے (آباد ہونے کی نیت والے) نکاح کے بغیر حلال نہیں ہوگی۔''

صحابہ بیان کرتے ہیں:

" كُنَّا نَعُدُّ هٰذَا سَفَاحًا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ۔"

''ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسے نکاح کو زناکاری سمجھتے تھے۔'' [السنن الکبری للبیهقی: ۷/ ۲۰۸]

مذکورہ دونوں موقف اسی لیے غلط ہیں کہ ان دونوں گروہوں نے صرف نکاح کے لغوی معنی کو سامنے رکھا ہے اور شریعت کی دوسری نصوص کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اس سے اسی بات کا اثبات ہوتا ہے کہ کسی بھی آیت یا حدیث سے استدلال کرتے وقت دوسری نصوص شریعت کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کسی آیت یا حدیث سے استدلال سراسر گمراہی ہے۔

اس مسلمہ طرز استدلال کی روشنی میں مَنْ سَنَّ میں لفظ سَنَّ، جو استنان سے ہے، اِخْتَرَعَ اور اِبْتَدَعَ کے معنی میں نہیں ہے کہ جس نے اسلام میں کوئی نیا کام نکالا، نیا طریقہ ایجاد کیا تو اس نے اچھا کیا، یعنی بدعت حسنہ کی ایجاد اچھا فعل ہے۔ جیسا کہ اہل بدعت اس کا یہی مفہوم لے کر بدعت حسنہ کا جواز بیان کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے معنی ہیں کہ اس نے ایسے عمل میں پہل کی جو شریعت سے ثابت ہے یا کسی ایسی جگہ پر اس عمل کو سرانجام دیا کہ وہاں پہلے لوگوں کو اس کا علم نہیں تھا۔ اس کے کرنے پر لوگوں کو ترغیب ملی اور انھوں نے بھی اس کو اختیار کر لیا، یا کسی جگہ کوئی سنت متروک تھی، کسی ایک شخص کے عمل کرنے پر دوسرے لوگوں نے بھی اس سنت کو اپنا لیا، ان تمام صورتوں میں کسی بھی ثابت شدہ نیک عمل کا آغاز کرنے والے، سنت متروکہ کو زندہ کرنے والے اور فراموش شدہ نیکیوں کو یاد کرانے والے کو ان تمام لوگوں کے عمل کا اجر بھی ملے گا جو اس کے بعد ان پر عمل کریں گے۔ اس طرح کسی نے اس کے برعکس برائی میں پہل کی یا اس کا کسی جگہ آغاز کیا تو بعد میں اس کو دیکھ کر برائی کے مرتکبین کے گناہوں کا بوجھ بھی اس پہل کرنے یا آغاز کرنے والے کو ملے گا۔

اس مفہوم کی تائید درج ذیل وجوہ سے ہوتی ہے:

اوّلاً: اس فرمان رسول (مَنْ سَنَّ ......) کے سیاق اور پس منظر سے یہ مفہوم بالکل واضح ہے، آپ ﷺ نے یہ ارشاد اس موقع پر فرمایا تھا جب کچھ اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن پر تنگ دستی اور ضرورت مندی کے آثار ظاہر تھے تو آپ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر لوگوں کو صدقے کی ترغیب دی تا کہ ان کی کچھ مدد ہو سکے۔ لیکن لوگوں نے اس معاملے میں تساہل اور سستی کا مظاہرہ کیا جس کے اثرات آپ کے چہرے پر نظر آ رہے تھے۔ پھر ایک انصاری چاندی کی ایک تھیلی لایا، پھر دوسرا آیا حتی کہ پھر ایک قطار لگ گئی، یہ دیکھ کر آپ کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمک اٹھا تو آپ نے فرمایا:

''جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا، پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا......۔''

اس سیاق میں ''اچھا طریقہ نکالنے'' سے مراد بدعت کی ایجاد نہیں بلکہ اسلام میں ثابت شدہ مسئلے میں پہل کرنا ہے جس سے لوگوں کو

ترغیب ملے۔

صدقہ کرنا اچھا عمل ہے، اسلام نے اس کی ترغیب دی ہے۔ اس انصاری صحابی نے صدقہ کرنے میں پہل کی تو آپ نے اس کو اچھا طریقہ نکالنے سے تعبیر فرمایا۔ اس لیے کہ دوسرے لوگ اس میں متامل تھے، اس کو دیکھ کر دوسروں کو ترغیب ملی اور وہ بھی صدقہ کرنے لگے۔ آپ کے اس فرمان سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ اسلام میں نئی نئی باتیں ایجاد کرنے کی اجازت دے رہے ہیں۔

ثانیاً: ایک اور حدیث میں آتا ہے جس میں آپ نے فرمایا:

" مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا ۔" [صحيح مسلم، العلم، باب من سن......، حديث: ١٠١٧]

''جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو ان لوگوں کی مثل اجر ملے گا جو اس ہدایت کے راستے کو اختیار کریں گے۔ ان میں سے کسی کے اجر میں یہ امر کمی نہیں کرے گا اور جس نے کسی کو گمراہی کی طرف بلایا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی ہوگا جو اس برائی کو اختیار کرنے والے ہوں گے۔ یہ امر ان میں سے کسی کے گناہوں میں کمی نہیں کرے گا۔''

یہ حدیث

" مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً ۔"

کے ہم معنی ہے۔ ان دونوں کو سامنے رکھ کر ان کا مفہوم و مطلب متعین کیا جائے گا، اسی لیے ان کو ایک ہی باب میں ذکر کیا گیا ہے اور باب کا پورا عنوان ہے:

" بَابُ مَنْ سَنَّ حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً وَمَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ ۔"

''اس کا بیان جس نے کوئی اچھا یا برا طریقہ نکالا اور اس کا جس نے ہدایت یا گمراہی کی طرف بلایا۔''

اس باب سے اور اس میں دونوں حدیثیں ذکر کر کے امام صاحب نے یہ مفہوم سمجھا دیا کہ سنت حسنہ نکالنے سے مراد ہدایت کی طرف بلانا ہے اور سنت سیئہ نکالنے کا مطلب گمراہی کی دعوت دینا ہے۔ اس لیے کہ حسنہ کیا ہے اور سیئہ کیا ہے؟ یا بالفاظ دیگر ہدایت کیا ہے اور برائی کیا ہے؟ اس کا تعین انسانی عقل نہیں کر سکتی، یہ صرف اور صرف شارع کا کام ہے۔ جب کسی بھی شخص کو، چاہے وہ کتنا بھی عالم فاضل اور دانش ور و محقق ہو، یہ حق ہی حاصل نہیں ہے کہ وہ محض اپنی عقل و فہم سے کسی عمل کی بابت یہ کہہ سکے کہ یہ نیکی اور برائی ہے یا یہ ہدایت ہے اور یہ گمراہی ہے۔ یہ فیصلہ صرف نصوص شریعت اور اصولِ شریعت ہی کی روشنی میں کیا جائے گا۔ تو پھر کسی کو بھی دین میں نیا طریقہ ایجاد کرنے کا حق کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟

ثالثاً: اسی لیے اہل باطل کے استدلال کے غلط ہونے کی ایک تیسری وجہ یہ ہے کہ حسنہ اور سیئہ کی وضاحت صرف اللہ یا اس کا رسول ہی کر سکتا ہے، کسی کی عقل یہ فیصلہ نہیں کر سکتی۔ بنا بریں مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً کے معنی اپنی طرف سے دین میں نیا کام نکالنے کے ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اس کا مطلب لازمی طور پر ثابت شدہ سنت حسنہ کی پیروی، یا اس کا زندہ کرنا اور اس کو فروغ دینا ہی ہوگا۔

رابعاً: نبی ﷺ نے جب یہ فرما دیا كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (ہر بدعت گمراہی ہے)، پھر کوئی بھی بدعت، حسنہ کس طرح ہو سکتی ہے؟ اگر سن سنة حسنة کا مطلب بدعت حسنہ ایجاد کرنا ہے اور اس میں آپ نے اس کی اجازت دی ہے تو پھر آپ کا یہ فرمانا کہ ہر بدعت گمراہی ہے، کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟ پھر تو یہ دونوں حدیثیں ایک دوسرے سے متصادم ٹھہریں گی۔ ایک میں بدعت سازی کی اجازت ہے اور دوسری میں ممانعت۔ کیا فرمانِ رسول ﷺ میں یہ تضاد اور تصادم ہو سکتا ہے؟ یقیناً نہیں ہو سکتا۔ احادیث رسول میں باہم تضاد یا تصادم نہیں، یہ محض لوگوں کا

حزبی تعصب اور بدعت سازی کا شوق فراواں ہے جس کی وجہ سے وہ احادیث رسول کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کے بجائے ان میں تضاد پیدا کر رہے ہیں۔ **هداهم الله تعالى**

بہرحال زیر بحث الفاظِ حدیث میں مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً سے مراد سنت متروکہ کا احیا یا کسی امر مشروع اجرا یا کسی عمل صالح کا ایسی جگہوں پر نفاذ ہے جہاں لوگ اس کو فراموش کیے ہوئے ہوں اور اس کی تجدید و یاد دہانی سے لوگ اس پر عمل شروع کر دیں، یا جیسے کسی مسلمان گھرانے میں، مثلاً پردہ کا رواج ختم ہو گیا ہو، کسی اللہ کے بندے کی کوشش سے وہاں کی خواتین پھر پردے کا اہتمام شروع کر دیں، یا حکمران اور حکام اعلیٰ اپنے اپنے دائرہ اثر و اقتدار میں دینی امور کی تنفیذ کریں اور پھر لوگ ان پر عمل کرنا شروع کر دیں۔ **وعلى هذا القياس**

اس قسم کی دیگر صورتیں جن سے مقصود لوگوں کے اندر دین کا شوق اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا کرنا ہو۔ ان مساعی حسنہ کے نتیجے میں جو لوگ ہدایت کا راستہ اپنائیں گے، بدعات کو چھوڑ کر سنت پر عمل کریں گے، بے دینی اور بدعملی والی زندگی کے بجائے متقیانہ زندگی اختیار کریں گے، ان کا اجر ان کو تو ملے گا ہی لیکن جو شخص ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے گا، اس کو بھی ان سب کا اجر ملے گا۔ اسی طرح جو کسی برائی کا سبب بنے گا تو اس کی جہد و کاوش سے جتنے لوگ بھی برائی کا راستہ اپنائیں گے، ان سب کے گناہ میں برائی کی طرف رہنمائی کرنے والا بھی برابر کا شریک ہوگا۔

یہ اس حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً او سَيِّئَةً کا وہ صحیح مفہوم ہے جو دیگر دلائل شرعیہ کے موافق اور ہم معنی ہے۔ اس میں اتباع شریعت، تنفیذ شریعت اور ترغیب شریعت کا بیان ہے نہ کہ (نعوذ باللہ) شریعت سازی اور متوازی دین گھڑنے کی اجازت۔ جیسا کہ اہل بدعت اس سے یہ جواز کشید کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں۔ **هداهم الله تعالى**

چناں چہ امام نووی رحمہ اللہ بھی حدیث میں مَنْ سَنَّ الخ اور مَنْ دَعَا إِلٰى هِدَايَةٍ الخ دونوں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً الحديث وَفِى الْحَدِيْثِ الْآخَرِ وَمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ، هٰذَانِ الْحَدِيْثَانِ صَرِيْحَانِ فِي الْحَثِّ عَلَى اسْتِحْبَابِ سَنِّ الْأُمُوْرِ الْحَسَنَةِ وَتَحْرِيْمِ سَنِّ الْأُمُوْرِ السَّيِّئَةِ وَإِنَّ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ كُلِّ مَنْ يَّعْمَلُ بِهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ كُلِّ مَنْ يَّعْمَلُ بِهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَإِنَّ مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى كَانَ لَهُ مِثْلُ أُجُوْرِ مُتَابِعِيْهِ إِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلُ آثَامِ تَابِعِيْهِ، سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ الْهُدٰى وَالضَّلَالَةِ هُوَ الَّذِىْ ابْتَدَأَهُ أَمْ كَانَ مَسْبُوْقًا إِلَيْهِ وَسَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ تَعْلِيْمُ عِلْمٍ أَوْ عِبَادَةٍ أَوْ أَدَبٍ أَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ۔"

"**حدیث من سن سنة حسنة** ...... اور **حدیث من دعا الى هدى** ...... یہ دونوں حدیثیں اس امر کی ترغیب میں صریح ہیں کہ امور حسنہ کا جاری کرنا مستحب اور امور سیئہ کے طریقے ایجاد کرنا حرام ہے اور جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو ان تمام لوگوں کی مثل اجر ملے گا جو قیامت تک اس پر عمل کریں گے، اور جس نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی ہوگا جو قیامت تک اس پر عمل کریں گے اور جس نے ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو ان تمام لوگوں کی مثل اجر ملے گا جو اس ہدایت کی پیروی کریں گے اور جس نے گمراہی کی طرف بلایا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بھی بوجھ ہوگا جو اس گمراہی کی پیروی کریں گے۔ چاہے وہ ہدایت اور گمراہی ایسی ہو کہ سب سے پہلے (اس جگہ پر) اسی نے اس کا آغاز کیا ہو، یا وہ ایسی ہو کہ پہلے بھی اس کا ارتکاب کرنے والے موجود ہوں۔ اس طرح چاہے اس کا تعلق علم سکھانے، عبادت سکھانے یا ادب وغیرہ سکھانے سے ہو۔" [شرح النووی، باب من سنة سنة......: ۲/ ۲۲۶، ۲۲۷ مکتبه الغزالی، دمشق]

”نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ“ سے استدلال؟

اہل بدعت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی استدلال کرتے ہیں جو قیامِ لیل با جماعت کے بارے میں انھوں نے فرمایا تھا کہ ”یہ بدعت اچھی ہے۔“

لیکن یہ استدلال بھی باطل ہے، اس لیے کہ رمضان المبارک کا یہ قیام اللیل، جسے بعد میں تراویح کہا جانے لگا، نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ آپ نے صحابہ کرام کے ساتھ با جماعت تین راتوں کو قیام فرمایا، چوتھی رات کو بھی صحابہ کرام جمع ہوئے لیکن آپ نے ان کے ساتھ قیام نہیں فرمایا اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی:

”وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا۔“ [صحيح البخاری، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، حديث: ۲۰۱۲]

”اور لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ (قیامِ رمضان) کہیں تم پر فرض نہ کر دیا جائے اور تم اس کو ادا نہ کر سکو۔“

گویا اس خطرے کے پیش نظر آپ نے با جماعت قیام اللیل ترک فرما دیا۔

اس سے ایک تو یہ بات ثابت ہوئی کہ نبی ﷺ نے خود با جماعت تراویح ادا فرمائی۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپ اس عمل کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔ نبی ﷺ کی رحلت کے بعد فرضیت کا خطرہ ختم ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی خواہش اور عمل کے مطابق قیام رمضان کا با جماعت اہتمام فرما دیا۔

جب صورتِ حال یہ ہے کہ مشروع عمل ہے اور نبی ﷺ سے ثابت ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ”اچھی بدعت“ کیوں کہا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ بدعت کا لفظ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی بھی ہیں اور شرعی معنی بھی......لغت کے اعتبار سے ہر اچھی چیز کو، جو نادر المثل ہو، بدعت کہہ لیا جاتا ہے۔ تراویح کا یہ عمل اگرچہ بالکل نادر المثال تو نہیں تھا لیکن حضرت عمر نے اس لمبے وقفے کی وجہ سے، جس میں یہ عمل مفقود رہا، یعنی جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی موقوف رہی، اس کو اپنی زبان میں ”نعمت البدعۃ“ سے تعبیر فرما دیا۔ ظاہر بات ہے کہ یہاں یہ لفظ شرعی معنی میں نہیں ہے نہ ہو ہی سکتا ہے۔ کیوں کہ یہ سنت حسنہ ہے (جیسا کہ وضاحت گزری) سنت حسنہ کو بدعت حسنہ کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے؟

بنا بریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول شرعی معنی میں ہے نہ ہو ہی سکتا ہے، اس لیے کہ یہ نو ایجاد عمل نہیں ہے بلکہ شریعت میں اس کی اصل موجود ہے۔ چناں چہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أَكْثَرُ مَا فِيْ هٰذَا تَسْمِيَةُ عُمَرَ تِلْكَ بِدْعَةٌ مَعَ حُسْنِهَا، وَهٰذِهٖ تَسْمِيَةٌ لُغَوِيَّةٌ لَا تَسْمِيَةٌ شَرْعِيَةٌ وَذٰلِكَ أَنَّ الْبِدْعَةَ فِي اللُّغَةِ تَعُمُّ كُلَّ مَا فُعِلَ ابْتِدَاءً مِنْ غَيْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ، وَأَمَّا الْبِدْعَةُ الشَّرْعِيَّةُ: فِعْلٌ مَا لَمْ يَدُلَّ عَلَيْهِ دَلِيْلٌ شَرْعِيٌّ۔“ [اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم، ص: ۳۰۸، بتحقيق خالد عبد اللطيف، طبع: ۱۹۹۶ء]

”اس کے حسن کے باوجود حضرت عمر کا اس کا نام بدعت رکھنا، لغوی طور پر ہے نہ کہ شرعی معنی کے طور پر، اس لیے کہ لغت میں بدعت کا لفظ ہر اس چیز کو شامل ہے جس کو بغیر سابق مثال کے کیا گیا ہو۔ اور بدعت شرعیہ ہر وہ عمل ہے جس کی کوئی شرعی دلیل نہ ہو۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بدعت شرعیہ، جیسے نبی ﷺ کا فرمان ہے: فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٍ اور دوسری بدعت لغویہ، جیسے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تراویح کی نماز کا مستقل طور پر با جماعت اہتمام کرنے کو ”نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ“ کہنا۔“ [تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۷ کے زیر تحت]

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" أَمَّا مَا وَقَعَ فِيْ كَلَامِ السَّلَفِ مِنِ اسْتِحْسَانِ بَعْضِ الْبِدَعِ فَإِنَّمَا ذٰلِكَ فِي الْبِدَعِ اللُّغَوِيَّةِ، لَا الشَّرْعِيَّةِ فَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ عُمَرَ لَمَّا جَمَعَ النَّاسُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ عَلٰى إِمَامٍ وَاحِدٍ فِي الْمَسْجِدِ وَخَرَجَ وَرَآءَ هُمْ يُصَلُّوْنَ كَذٰلِكَ فَقَالَ: نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ، وَمُرَادُهُ: أَنَّ هٰذَا الْفِعْلَ لَمْ يَكُنْ عَلٰى هٰذَا الْوَجْهِ قَبْلَ هٰذَا الْوَقْتِ وَلٰكِنْ لَهٗ أَصْلٌ فِي الشَّرِيْعَةِ يَرْجِعُ إِلَيْهَا۔"

''سلف کے کلام میں بعض بدعتوں کے لیے جو استحسان کا لفظ استعمال ہوا ہے تو وہ صرف بدعت لغوی کے لیے استعمال ہوا ہے نہ کہ بدعت شرعی کے لیے۔ اسی قبیل سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ''نعمت البدعۃ ہذہ'' ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ کام اس طریقے پر اس سے پہلے نہیں تھا لیکن شریعت میں اس کی اصل موجود ہے جو مرجع استدلال ہے۔'' [جامع العلوم والحکم، ص:۱۲۸، بتحقیق شعیب ارناؤوط، طبع: ۱۹۹۷ء]

سنت اور بدعت کی پہچان ضروری ہے:

اہل بدعت کے اور بھی بعض استدلالات ہیں لیکن ان کے بڑے استدلالات وہی ہیں جن کی اصل حقیقت ہم نے اللہ کی توفیق سے گزشتہ صفحات میں بیان کر دی ہے۔ مقصد اس تفصیل سے ان لوگوں کو، جو دین کی حقیقت سے نا آشنا ہیں، وہ صحیح منہج بتلانا ہے جو صحابہ کرام کا منہج ہے جس میں ایک طرف صرف سنتوں کی پیروی کا اہتمام ہے اور دوسری طرف بدعت سازی سے مکمل اجتناب اور اہل بدعت سے نفرت و کراہت کا اظہار ہے۔

بنا بریں یہ ضروری ہے کہ ہر مسلمان جو صراطِ مستقیم اور دین صحیح پر چلنے کا اور سعادت ابدی کا مستحق بننے کا خواہش مند ہے، وہ معاشرے میں رائج بدعات سے بھی آ گاہی حاصل کرے تا کہ وہ ان سے بچ سکیں اور ان کی خطرناکی و تباہی سے دوسروں کو بھی بچانے کی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرے۔ سنتوں کی پابندی اور بدعات سے اجتناب یہ دونوں ہی باتیں ضروری ہیں۔ جیسے شرک کی نفی کے بغیر توحید کا اثبات ممکن نہیں، شرک کو چھوڑے بغیر خیر کا حصول ممکن نہیں، اسی طرح بدعات کو چھوڑے بغیر سنتوں پر عمل ممکن نہیں۔

لا الٰہ الا اللہ، کلمہ توحید میں نفی و اثبات دونوں چیزیں ہیں۔ غیر اللہ کی معبودیت کی نفی اور صرف اللہ کے معبود برحق ہونے کا اثبات ''کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے۔'' اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا:

﴿ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ ۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ﴾ [البقرۃ ۲: ۲۵٦]

''جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا، اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔''

تمام انبیاء کی دعوت کا محور بھی یہی دو نکتے رہے، ایک کا اثبات دوسرے کی نفی۔

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ [النحل ١٦: ٣٦]

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا (اور یہی کہا کہ) اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

﴿ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [الزمر ٣٩: ١٧، ١٨]

''وہ لوگ طاغوت کی عبادت سے بچتے اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کے لیے خوش خبری ہے، پس میرے ان بندوں کو خوش خبری دے دیجیے جو بات سنتے ہیں اور ان میں سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت سے نوازا ہے اور یہی لوگ اصحاب دانش ہیں۔''

یہی حال سنت اور بدعت کا ہے کہ سنت کو اختیار اور بدعت سے اجتناب کیا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اپنی وصیت میں انھی دو

باتوں کی تاکید فرمائی ہے:

" فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ـ" [سنن أبي داود، السنة، باب في لزوم السنة، حديث: ٤٦٠٧]

''تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت (طریقے) کو لازم پکڑنا، اس کو مضبوطی سے تھامنا اور دانتوں سے اس کو پکڑنا اور (دین میں) نئے نئے کاموں سے بچنا، اس لیے کہ (دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

داعیانِ حق کی ذمہ داری:

داعیانِ حق کی ذمے داری ہے کہ وہ مسلمان عوام کو توحید وسنت کی دعوت دیں اور شرک وبدعت سے اجتناب کی تلقین کریں، دعوت الی اللہ کی یہی دو بنیادیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں بھی یہی بات بیان کی گئی ہے:

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [آلِ عمران ٣: ١٠٤]

''تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔''

امر بالمعروف (معروف کا حکم دینا) اس میں ہر خیر اور بھلائی آجاتی ہے جن میں سرفہرست توحید وسنت کی دعوت ہے۔ نہی عن المنکر (منکر سے روکنا) اس میں ہر منکر (برا عمل) آجاتا ہے لیکن ان میں سب سے اہم شرک وبدعت سے روکنا ہے۔ جب یہ دونوں اہم فریضے امت ادا کرے گی تو وہ خیرالامم قرار پائے گی۔

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾ [آلِ عمران ٣: ١١٠]

''تم سب سے بہتر امت جس کو لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے، تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

امام عز بن عبدالسلام کا قول ہے:

" طُوْبٰى لِمَنْ تَوَلّٰى شَيْئًا مِنْ أُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَأَعَانَ عَلٰى إِمَاتَةِ الْبِدَعِ وَإِحْيَاءِ السُّنَنِ ـ " [مساجلة علمية، ص: ١٠ بحواله "البدعة وأثرها السيء في الأمة" ص: ١٠٤]

''اس شخص کے لیے خوش خبری ہے جو مسلمانوں کے کچھ معاملات کا ذمہ دار بنا تو اس نے بدعتوں کے مٹانے کی اور سنتوں کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔'' **جعلنا الله منهم**

❀❀............❀............❀❀

سماحۃ الشیخ مفتی اعظم علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

ابوبکر عاصم

علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ۱۹۱۲ء میں ریاض میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں سولہ سال کی عمر میں آشوبِ چشم کے مرض کی وجہ سے آپ کی نظر کمزور پڑ گئی، جو ۱۹۳۱ء میں کلی طور پر ختم ہوگئی تھی۔ چناں چہ آپ بیس سال کی عمر میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ آنکھیں اگر چہ نابینا ہوگئی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو دل بینا عطا کیا تھا۔ چناں چہ آپ نے سن بلوغت کو پہنچنے سے قبل ہی قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا۔

ستائیس برس کی عمر میں آپ نے علومِ شرعیہ میں سند فراغت حاصل کر لی تھی۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد سعودی عرب کے علاقہ ''خرج'' میں آپ کو قاضی کے منصب پر فائز کر دیا گیا۔ عدلیہ کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد آپ کا درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کا سلسلہ بھی منقطع نہ ہوا۔ آپ دن رات تحقیق وتدریس کے کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ اس سے علوم میں آپ کی بصیرت اور پختگی میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ علوم حدیث میں تو آپ کو اس قدر مہارت اور رسوخ حاصل تھا کہ کسی حدیث کی صحت وسقم کے بارے میں آپ کا فیصلہ انتہائی معتبر سمجھا جاتا تھا۔ یہ وہ علمی مقام ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

۱۹۵۴ء میں آپ ''خرج'' سے ریاض منتقل ہوگئے۔ جہاں آپ نے تدریسی فرائض انجام دینے شروع کر دیئے اور ۱۹۵۵ء میں جب ''کلیۃ الشریعۃ'' کا قیام عمل میں آیا تو آپ توحید، حدیث اور فقہ کے علوم پڑھانے لگے۔ آپ نے ریاض میں قیام کے دوران ایک تدریسی حلقہ کی بنیاد رکھی۔ جہاں آج بھی درس وتدریس کا کام بدستور جاری ہے۔ ۱۹۶۷ء میں آپ مدینہ یونیورسٹی کے پہلے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ نو سال بعد چانسلر بنا دیئے گئے۔ اور پانچ سال اس منصب جلیل پر فائز رہے۔ ریاض کی طرح ''مدینۃ الرسول ﷺ'' میں بھی آپ نے مسجد نبوی شریف میں ایک حلقہ درس کا قائم کیا تھا۔ آپ نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

مفتی اعظم کے منصب جلیل پر فائز ہونے کے بعد آپ نے شاہی محلات میں جلوہ افروز ہونے والوں کی پرواہ کیے بغیر فتوے دیئے۔ حرم مکہ کے قریب شاہی محل پر ڈش انٹینا لگایا گیا تو آپ نے اس کی مخالفت کی۔ آپ کے فتوے کی وجہ سے نہ صرف شاہی محل سے انٹینے اتروا دیئے گئے بلکہ پورے ملک میں اس کی ممانعت کا قانون بھی جاری کر دیا گیا۔ آپ نے منشیات پر سزائے موت، عورتوں کی ڈرائیونگ اور خوشبویات کے استعمال کے خلاف بھی فتوے دیئے۔ گویا آپ پوری زندگی علامہ اقبال کے اس شعر کی تصویر بنے رہے کہ

آئین جوانمرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ کے فتوے کو سعودی عرب میں حرف آخر سمجھا جاتا تھا۔ آپ کا دل پورے عالم اسلام کے لیے دھڑکتا تھا۔ آپ نے اپنی زندگی ملت اسلامیہ کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اگر دنیا کے کسی خطے میں مسلمان مصیبت میں ہوتے تو فوراً ان کی مدد وتعاون کی فرضیت کے بارے میں فتویٰ صدر فرما دیتے۔ آپ نے جہاد افغانستان کے فرض ہونے کا فتویٰ دیا تو پورا عالم عرب دامے، درمے اور سخنے، قدمے اس

جہاد میں شریک ہوگیا۔ جہاد کشمیر کے بارے میں بھی فتویٰ صادر فرمایا۔ نبی مکرم ﷺ کے فرمان اقدس کے مطابق ''مسلمان ایک جسم کے مانند ہیں اور اگر جسم کا کوئی حصہ بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم اس کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔'' میرے خیال میں اگر دور حاضر میں ملت اسلامیہ کو جسم اور علامہ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ کو آنکھ سے تشبیہ دے دی جائے تو مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔

آپ کی علمی و دینی سرگرمیوں کا دائرہ مذکورہ خدمات تک ہی محدود نہیں تھا۔ بلکہ آپ علمی مجلسوں میں شرکت فرما کر اہم موضوعات پر لیکچر بھی دیتے تھے۔ علمی اور تنقیدی تبصروں میں شرکت فرماتے اور اس کے ساتھ ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضے کا بھی خاص اہتمام فرماتے تھے۔ یہ ایک ایسا وصف تھا جو آپ کی شخصیت کا لازمی حصہ بن چکا تھا۔ عالم اسلام کا یہ مایہ ناز سپوت اپنی یادوں کے انمٹ نقوش چھوڑ کر ۱۳ مئی ۱۹۹۹ء کو طائف میں راہی ملک عدم ہوا۔

ان کی نماز جنازہ بیت اللہ میں بعد از نماز جمعہ ادا کی گئی اور مکۃ المکرّمہ کے تاریخی قبرستان جنۃ المعلی میں دفن کیے گئے۔

❀❀..........❀..........❀❀

موت العالم موت العالم

شیخ الحدیث مولانا محمد رئیس ندوی کا سانحہ ارتحال

ملک عصمت اللہ

یہ خبر اہل حدیث حلقوں میں عموماً اور قارئین الاعتصام میں خصوصاً نہایت رنج والم کے ساتھ سنی جائے گی کہ مولانا محمد رئیس ندوی شیخ الحدیث ومفتی جامعہ سلفیہ بنارس (انڈیا) مؤرخہ ۱۰ رمئی بروز اتوار ۲۰۰۹ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا ندوی رحمہ اللہ کی کوئی عام شخصیت نہ تھے بلکہ ان ''دیدہ وروں'' میں شامل تھے جو چمن میں بڑی مشکل سے پیدا ہوتے ہیں۔

مولانا محمد رئیس ندوی رحمہ اللہ ۷ رجولائی ۱۹۳۷ء کو اپنے آبائی گاؤں بھٹیا، مروٹیہ بازار ضلع بستی (یو۔ پی۔ ہند) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سخاوت علی، دادا کا نام محمد باقر، پردادا کا نام جہانگیر بن رجب علی تھا۔

مولانا کی پیدائش سے کچھ دیر پہلے ان کے گاؤں میں مولوی پیر علی کی جدوجہد سے ایک مکتب کی تاسیس ہوئی تھی۔ مولانا نے ابتدائی تعلیم اس مکتب سے حاصل کی۔ پھر اپنے گاؤں کے قریب واقع پرائمری سکول سے پرائمری کا امتحان پاس کیا۔ پھر مرویا میں جونیئر ہائی سکول اور اس کے بعد ہائی سکول مدرسہ بدریہ پکہ بازار بستی (جو دارالعلوم ندوہ کی شاخ تھی) میں پاس کیا۔

۱۹۵۷ء میں دارالعلوم ندوۃ العلوم لکھنو میں داخلہ لیا جس میں مولانا ابوالحسن ندوی، مولانا عباس، مولانا عبدالغفار ندوی، مولانا محمود الحسن عثمانی، مولانا رابع حسن ندوی، مولانا اسباط صاحب اور مولانا مفتی ظہور صاحب جیسے نابغہ روزگار علماء سے علم حاصل کیا۔

دارالعلوم ندوہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ۱۹۶۱ء میں مدرسہ بدریہ پکہ بازار، دارالعلوم ندوہ، جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر اور دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ بہار میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۹۶۹ء میں جامعہ سلفیہ بنارس میں استاد مقرر ہوئے تو زندگی کے آخری لمحات تک اس درسگاہ سے منسلک رہے۔

مدرسہ بدریہ پکہ بازار میں قیام کے دوران درس قرآن وحدیث اور جھنڈا نگر میں جمعہ کا خطبہ بھی ارشاد فرماتے رہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شہادت عالمیہ کے حصول کے لیے ایک ''الیہود فی القرآن'' کے عنوان سے مقالہ لکھا جسے نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ مولانا کا تصنیفی ذوق بھی نہایت عمدہ تھا۔ انھوں نے کوئی دو درجن کے قریب تصانیف فرمائیں جن میں سے چند ایک کئی کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں۔

مولانا بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ وہ ایک جلیل القدر عالم، زہد وتقویٰ سے متصف اعلیٰ عادات واخلاق کے حامل شخص تھے۔ انھیں جامعہ سلفیہ بنارس کے شیخ الحدیث اور مفتی ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔

توحید وسنت کی ترویج واشاعت اور شرک وبدعت کی بیخ کنی کے لیے ہمہ تن اور ہمہ وقت مستعد رہتے۔ مسلک ائمہ محدثین کے دفاع کے

لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ اگر کہیں سے اس کے خلاف آواز اٹھتی تو اس کی سرکوبی اپنا فرض سمجھ کر کرتے۔

وہ ایک نامور محقق، اعلیٰ درجے کے مفکر، نہایت قابل مدرس اور بلند پایہ مصنف اور مناظر تھے۔

مولانا کے تلامذہ میں بڑی بڑی نامور شخصیات مثلاً مولانا ڈاکٹر رضاء اللہ صاحب مبارک پوری، مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی، شیخ صلاح الدین مقبول، مولانا شاہد جنید سلفی، مولانا عبداللہ سعود سلفی، شیخ وصی اللہ محمد عباس مکہ مکرمہ، شیخ عبدالباری فتح اللہ ابوظہبی، ڈاکٹر عزیر شمس مدنی، ذوالفقار ابراہیم اثری لندن، ڈاکٹر عبدالجبار فریوائی مدنی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی مولانا کے بہت سے شاگرد ہیں۔

مولانا کی اولاد میں چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا...... مولانا عبدالحق ...... شامل ہیں۔

ہم دست بدعا ہیں کہ خداوند کریم ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔



خطیب ومدرس کے ضرورت مند

ایک حافظ قرآن، فاضل علوم عربیہ والاسلامیہ، سینئر، کہنہ مشق مدرس درس نظامی، امام وخطیب فارغ ہے۔

خطیب کے ضرورت مند رابطہ کریں۔

عبدالخالق محمدی ملتان

فون نمبر: 0306-7463504

مولانا عبدالرشید حنیف وفات پا گئے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع جھنگ کے امیر حضرت مولانا حکیم عبدالرشید حنیف مختصر علالت کے بعد ۱۵۔مئی جمعۃ المبارک کی صبح جھنگ میں انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی عمر ۷۳ برس تھی۔ ستر سے زائد علمی، تاریخی اور طبی کتب انھوں نے لکھیں۔ الاعتصام اور دیگر جرائد واخبارات میں مضامین بھی لکھتے رہے۔

گزشتہ چار برس کا عرصہ وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث صوبہ پنجاب کے ناظم طبع وتالیف بھی رہے۔ جب کہ راقم الحروف کو ان کی نیابت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ خطیب اہل حدیث مولانا حافظ عبدالعلیم یزدانی نے راقم کو فون پر بتایا کہ نماز جنازہ بعد نماز عصر محقق العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے پڑھائی۔

سورج کے غروب سے قبل جھنگ شہر میں نمایاں دینی خدمات انجام دینے والا یہ آفتاب زیر خاک چھپ گیا۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجتہ فی المھدیین، آمین

[حافظ محمد اسلم شاہدروی، معاون ناظم طبع وتالیف مرکزی جمعیت اہل حدیث۔ صوبہ پنجاب]

میڈیا......اسلام کے خلاف مغرب کا مؤثر ہتھیار

پروفیسر عبدالعظیم جانباز، سیالکوٹ

موجودہ دور میڈیا کا دور ہے۔ غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ مغرب محض مؤثر اور طاقتور میڈیا کے ذریعے ہی ہمارے ذہنوں پر حکومت کر رہا ہے۔ یہاں ہم سے مراد صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ پاکستان جیسے وہ ممالک بھی اس فہرست میں شامل ہیں جہاں سیاسی شعور کا فقدان ہے، جہالت عروج پر ہے اور تعلیم یافتہ ہر قسم کی راہنمائی کے لیے مغرب کی جانب دیکھتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ ایک طرح سے ہمارے پڑھے لکھے طبقے کا احساسِ کمتری ہے کہ وہ مغرب کے ایجاد کردہ ہر لفظ، اصلاح اور محاورے کو یوں قبول کر لیتا ہے جیسے یہ الہامی بات اور مقدس لفظ ہو۔

چناں چہ اس طرح مغربی میڈیا وقتاً فوقتاً نئے نئے شوشے چھوڑتا رہتا ہے جن کا مقصد ہماری سوچ کو متاثر کرنا اور ہماری فکر کو ایک خاص رخ پر ڈالنا ہوتا ہے۔

یاد رکھیے کہ یہ دور جسمانی غلامی کا نہیں، ذہنی غلامی کا ہے۔ ماضی میں جب ضعیف قوموں کو غلام اور کمزور ملکوں کو تجارتی مقاصد کے لیے کالونی بنایا جاتا تھا تو مغربی ممالک نے پسماندہ اقوام کی ایک بڑی تعداد کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ اس دور میں انسانی حقوق کا کہیں ذکر نہیں تھا۔ کیوں کہ انسانی حقوق کا فلسفہ نہ صرف مغربی استعمار کے مفادات کے منافی تھا بلکہ مغربی استعمار کی نفی بھی کرتا تھا۔ اس طرح مغربی ممالک کئی صدیوں تک پسماندہ ممالک کو اپنی کالونیاں بنا کر ان کے وسائل کو اپنی صنعتی وتجارتی ترقی کے لیے استعمال کرتے رہے۔ اگر آپ لندن، پیرس اور روم جیسے خوب صورت شہروں کی بڑی بڑی شاہراہوں، عمارتوں اور صنعتی مراکز کی بنیادوں میں جھانکیں تو ان میں سے آپ کو اپنے بزرگوں کے خون پسینے کی خوشبو آئے گی۔

جب ان استعماری قوتوں کو آزادی کی تحریکوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر غلام ممالک سے رخصت ہونا پڑا تو اس کے ساتھ ہی انھیں جمہوری اقدار اور انسانی حقوق کا خیال آیا۔

چناں چہ انسانی حقوق کے دفاع کے لیے عالمی سطح پر انجمنیں بنائی گئیں۔ کل تک انسانوں کو حیوانوں سے کم تر سمجھنے والے چند ہی برسوں میں انسانی حقوق کے ٹھیکے دار بن گئے۔ گویا پرانا شکاری نیا جال لے کر آ گیا۔ اس وقت بعض ممالک میں یہ انجمنیں بہت مفید کام کر رہی ہیں لیکن لطف یہ ہے کہ جن ممالک میں اولادِ آدم کو مغربی اقوام کی ملی بھگت سے کچلا جا رہا ہے وہاں بھی انسانی حقوق کی انجمنیں موجود ہیں جو بے کار اور غیر مؤثر ہیں۔

گزشتہ چند برسوں سے اولادِ آدم کے انسانی حقوق کی حفاظت کی اجارہ داری امریکا بہادر کے پاس ہے۔

ادھر مغربی میڈیا نے انسانی حقوق کو ایک آئیڈیالوجی بلکہ مذہب کا درجہ دے دیا ہے جس سے امریکا کو یہ استحقاق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ کسی بھی ایسے ملک کے اندرونی معاملات میں دخل دے سکتا ہے۔ بلکہ اسے دہشت گرد قرار دے کر سزا کا حق دار ٹھہرا سکتا ہے، جہاں انسانی حقوق پر زد پڑتی ہو۔ کس ملک میں انسانی حقوق پامال ہو رہے ہیں؟ اس کا فیصلہ بھی امریکا ہی کرے گا۔

چناں چہ امریکا عراق پر بمباری کر کے سینکڑوں معصوم شہریوں کو موت کی نیند سلا دے تو وہ انسانی حقوق سے درست اقدام قرار دیا جاتا

ہے۔لیکن بوسنیا میں ہزاروں معصوم مسلمان سربیائی ظلم کی بھینٹ چڑھ جائیں تو امریکا کے ضمیر میں خلش نہیں ہوتی۔ کیوں کہ بوسنیا مسلمان ملک ہے۔اس طرح پاکستان اگر کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی اخلاقی امداد کرے تو وہ سزا کا مستحق ہے۔لیکن بھارت اگر ہزاروں مسلمانوں کو گولی کا نشانہ بنادے،تو اس سے چشم پوشی برتی جائے گی۔

انسانی حقوق کے حوالے سے مجھے ایک دلچسپ واقعہ یاد آیا جو میں نے کسی آرٹیکل میں پڑھا تھا۔موصوف بیان کرتے ہیں کہ بین الاقوامی سیمینار کے ضمن میں مجھے سان فرانسیسکو جانے کا موقع ملا۔اس سیمینار میں ایشیائی ممالک کے سکالرز کے علاوہ مختلف امریکی یونیورسٹیوں سے بھی ممتاز پروفیسرز صاحبان بلائے گئے تھے۔سیمینار کے آغاز سے ایک روز قبل میں نے ٹیلی ویژن آن کیا تو ایک دلچسپ خبر معہ تبصرہ سننے کو ملی۔ کیلی فورنیا کی ریاست میں جنگلات کے وسیع ذخیرے پائے جاتے ہیں۔ کیوں کہ وہاں عمارات کی تعمیر میں لکڑی بہت زیادہ استعمال ہوتی ہے۔اس لیے سال بھر ان جنگلوں میں کٹائی کا عمل جاری رہتا ہے۔خبر یہ تھی کہ کٹائی کے دوران ماہرین جنگلات کو اچانک یہ پتا چلا کہ اس جنگل میں ایک الو صاحب نے مستقل اپنا گھر بنا رکھا ہے اور جب سے درختوں کی کٹائی کا سلسلہ شروع ہوا ہے الو صاحب اداس رہنے لگے ہیں۔اُلو کی اداسی کی خبر سے اس علاقے میں احتجاج ہوا اور کیلی فورنیا کی حکومت نے جنگل کی کٹائی روک دی جس سے لکڑی کی قیمت میں اضافہ ہوگیا اور گھروں کی تعمیر قدرے مہنگی ہوگئی۔ میں نے یہ خبر اور اس پر تبصرہ ٹیلی ویژن پر سنا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

اگلے دن سیمینار کے دوران چائے کا وقفہ ہوا تو میں نے ممتاز امریکی پروفیسر صاحبان سے اس خبر کا تذکرہ کیا۔ وہ پہلے ہی اس سے آگاہ تھے لیکن جب میں نے اس کا ذکر کیا تو ان کے چہرے خوشی سے گلاب کی مانند کھل گئے۔اس صورت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے یہ سوال داغ دیا کہ ''آپ نے ایک پرندے کی اداسی کی خاطر جنگل کی کٹائی روک کر لکڑی کی قیمت میں اضافہ برداشت کر لیا لیکن کچھ عرصہ قبل جب عراق کے معصوم شہروں پر بموں کی بارش کی جارہی تھی تو آپ کیوں خاموش رہے؟ کیا آپ کو ایک جانور مسلمان کی زندگی سے زیادہ عزیز ہے؟ میرے اس سوال سے ان کے چہرے کے رنگ اڑ گئے۔اس واقعے سے آپ امریکا کی انسانی حقوق سے کمٹ منٹ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

بات یہاں سے چلی تھی کہ آج کا دور میڈیا کا دور ہے۔میڈیا بدقسمتی سے یہودیوں کے قبضے میں ہے اور یہودیوں کا نشانہ بہرحال اسلام اور مسلمان ہیں۔اب جب کہ مغربی ممالک غیر ترقی یافتہ ممالک سے بوریا بستر لپیٹ کر رخصت ہو چکے ہیں تو انھوں نے ان ممالک پر حکمرانی کا ایک نیا طریقہ وضع کیا ہے اور وہ طریقہ ہے میڈیا کے زور پر ذہنوں پر حکومت کرنا۔نصف صدی قبل جسمانی غلامی کا دور تھا جب کہ موجودہ زمانہ ذہنی غلامی کا زمانہ ہے۔جسمانی غلامی بھی ہمارا مقدر تھی اور ذہنی غلامی بھی ہماری ہی قسمت کا حصہ ہے۔سوچیے تو سہی کہ اس کی وجوہات کیا ہیں؟

اسی پس منظر میں مغربی میڈیا جب چاہتا ہے کوئی نئی اصطلاح اور کوئی نیا شوشہ چھوڑ دیتا ہے۔دنیا کے بہترین رسائل جن میں ادبی،تحقیقی اور سیاسی پرچے شامل ہیں،مغربی ممالک سے شائع ہو کر ساری دنیا میں پھیل جاتے ہیں۔ان رسائل میں اکثر اوقات ایک خاص نقطہ نظر پیش کیا جاتا ہے جو مغربی دنیا کے مفادات کے عین مطابق ہوتا ہے۔ہم سب جانتے ہیں کہ عالمی شہرت کے رسالے ٹائم، اکانومسٹ اور نیوز ویک پر یہودی لابی غالب ہے۔ یہ رسالے ہر ہفتے بین الاقوامی سیاست پر تبصرے کرتے اور تجزیے شائع کرتے ہیں۔جنھیں من وعن مقدس تحریر سمجھ کر یوں قبول کر لیتے ہیں کہ ان کے سیاق وسباق پر غور ہی نہیں کرتے۔

پھر ہر محفل میں ان تبصروں کو ٹائم اور نیوز ویک کے حوالے سے حرفِ آخر سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ہم نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت نہیں کی کہ عراق ہو یا ایران، بوسنیا ہو یا کشمیر، یہ رسالے اپنے تجزیوں میں ڈنڈی ضرور ماریں گے اور کسی نہ کسی طرح اسلام اور مسلمان سے اس طرح چٹکی ضرور لیں گے کہ قاری کو محسوس بھی نہ ہو اور الفاظ اپنا

کام کر جائیں۔

عراق کویت جنگ اور انقلابِ ایران کے دوران ان رسائل نے اپنا بھرپور کردار سرانجام دیا اور عالمی رائے عامہ کو اپنی ضروریات کے سانچے میں ڈھالا۔ صرف میڈیا ہی کا کمال ہے کہ کوئی بھی اسلامی ملک اپنے موقف میں کتنا ہی حق بجانب کیوں نہ ہو عالمی سطح پر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور وہ سربراہانِ حکومت جو مغربی مفادات کے خلاف کام کرتے ہیں انھیں تمسخر کا نشانہ بنا دیا جاتا ہے۔ غور کیجیے تو محسوس ہوگا کہ یہ ایک طرح سے ہماری غلامانہ ذہنیت کی علامت ہے۔

کبھی کبھی یوں بھی ہوا ہے کہ جب کسی ناقابلِ قبول حکمران کو بدلنا مقصود ہوتا ہے تو میڈیا سے ہراوّل دستے کا کام لیا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ مغربی میڈیا بڑی طاقتوں کی خفیہ ایجنسیوں کی ملی بھگت سے ایسے حکمرانوں کی ذاتی زندگی اور قومی کردار کے بارے میں من گھڑت کہانیاں شائع کرتا ہے اور آزادی اظہار کے نام پر ان شخصیات کی اس طرح کردارکشی کی جاتی ہے کہ نہ صرف عالمی سطح پر ان کا امیج خراب ہوتا ہے بلکہ خود ان ممالک کے عوام بھی اپنے حکمرانوں سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ آپ نے اکثر مشاہدہ کیا ہوگا کہ بڑی طاقتوں کے ذریعے ''ناپسندیدہ حکمرانوں'' کے بارے میں عجیب وغریب خفیہ داستانیں پھیلائی جاتی ہیں جب کہ اپنے حواری اور پسندیدہ حکمرانوں کی ایسی حرکات چھپائی جاتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں میڈیا کا کردار فیصلہ کن حیثیت اختیار کر گیا ہے اور جو مقاصد ماضی میں فوجی یلغار سے حاصل کیے جاتے تھے وہ مقاصد اب میڈیا کی یلغار سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

مغربی میڈیا کی مہربانی سے ایک مردہ اصطلاح میں جان ڈالی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک متروک اصطلاح پوری دنیا میں مقبول ہوگئی۔ وہ اصطلاح ہے "Fundamentalism" یعنی بنیاد پرستی۔ امریکا اور انگلینڈ میں شائع شدہ انگریزی لغات (Dictionaries) کے مطابق Fundamentalism کا مطلب ہے ''عیسائیت کے پرانے اعتقادات پر یقین رکھنا'' ......''موجودہ عیسائیت جو سائنس سے متاثر ہے، اس کے مقابلے میں پرانی تعلیمات کو اور "Bible" انجیل کے اصل الفاظ کو ماننا۔''

عیسائیت میں تو بنیاد پرستی سمجھ میں آتی ہے کیوں کہ عیسائیت میں وقت کے ساتھ ساتھ خاصی تبدیلی آئی ہے بلکہ خود بائبل بھی اصلی حالت میں موجود نہیں رہی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جس زبان (Language) میں بائبل نازل ہوئی تھی وہ زبان بھی آج ختم ہو چکی ہے۔ اس کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ تمام الہامی کتابوں کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود نہیں لی سوائے قرآنِ مجید کے۔

''بے شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآنِ مجید) کو نازل کیا ہے
اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' [القرآن]

لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بدلا ہے نہ قرآن، اور نہ ہی قیامت تک بدلے گا۔ اسلام کے بنیادی عقائد وہی ہیں جو ہمارے نبی ﷺ نے بتائے تھے۔ اگرچہ اسلام میں مذہبی فرقوں کی کمی نہیں لیکن اختلافات تفصیلات پر ہیں نہ کہ بنیادی عقائد پر۔

چناں چہ اسلام میں دراصل بنیاد پرستی کا تصور اس طرح موجود نہیں جس طرح کہ عیسائیت میں ہے۔ لیکن مغربی میڈیا نے اسلام میں بنیاد پرستی کی اصطلاح ایجاد کر کے ان مسلمانوں کو نفرت اور تضحیک کا نشانہ بنایا ہے جو عملاً مسلمان ہیں۔ میرے نزدیک اسلام میں بنیاد پرستی کا مطلب اسلام کے بنیادی عقائد پر عمل کرنا ہے یعنی ہر مسلمان کو جو نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اسے مغربی میڈیا بنیاد پرست کہے گا۔

ہمارے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر مسلمان نماز پڑھتا ہے تو وہ بنیاد پرست ہے لیکن اگر وہ تہجد پڑھتا ہے تو پھر وہ بہر صورت دہشت گرد ہے۔''

کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ یہ اصطلاح چند برس قبل افغانستان کی جنگ کے حوالے سے استعمال ہونی شروع ہوئی اور چند ہی برسوں میں

اس نے دنیائے اسلام کو معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ مغربی میڈیا نے نہایت ہوشیاری سے بنیاد پرستی کا مطلب جاہل، ترقی دشمن، دہشت گرد، دقیانوسی اور کٹر نظریات کے حامل کے طور پر پیش کیا بلکہ اس قدر زور وشور سے اس کا شور مچایا کہ ہر مسلمان ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ حضور میں بنیاد پرست نہیں ہوں۔ حالاں کہ بنیاد پرستی کا مطلب فقط اسلام کے بنیادی عقائد پر عمل کرنا ہے اور اس کا مطلب ہرگز دہشت گردی یا دقیانوسی نہیں۔

چناں چہ اب جب بھی کوئی مغربی صحافی اسلامی ممالک میں جاتا ہے تو سربراہانِ حکومت یا دوسری اہم ملکی شخصیات سے یہ سوال پوچھتا ہے کہ کیا آپ بنیاد پرست ہیں تو جواب ملتا ہے کہ ہم بالکل بنیاد پرست نہیں۔ ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم اسلام کے بنیادی اراکین پر یقین رکھتے ہیں نہ عمل کرتے ہیں۔

خود مغربی میڈیا بنیاد پرستی کا لیبل لگانے میں کس قدر انصاف سے کام لیتا ہے اس کا اندازہ صرف اس ایک مثال سے لگائیے کہ جب تک گلبدین حکمت یار افغانستان میں روسی قبضے کے خلاف لڑ رہا تھا جس سے امریکی مفادات حاصل ہوتے تھے تو وہ جنگ آزادی کا ہیرو تھا۔ لیکن جب روس کی شکست کے بعد اس نے امریکی لائن پر چلنے سے انکار کیا تو مغربی میڈیا نے اسے بنیاد پرست کہہ کر مسترد کر دیا۔ گویا مغربی ممالک اپنے میڈیا کو ایک طرح سے ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں جو ایٹم بم سے کم خطرناک نہیں ہے۔

مغربی میڈیا نے اسلامی بنیاد پرستی کے تصور کو جس طرح مسخ کیا ہے اور اس کا مفہوم بدل کر دنیائے اسلام کو معذرت خواہانہ بنا دیا ہے میڈیا کس طرح اسلامی بنیاد پرستی کا حلیہ بگاڑ رہا ہے۔ اخبارات کے مطابق کہا جا رہا ہے کہ خواتین کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی وجہ اسلامی بنیاد پرستی کا بڑھتا ہوا رجحان ہے۔ اسلامی سزاؤں کو ظالمانہ سزائیں کہا جا رہا ہے، پردے کے احکامات کا میڈیا پر سر عام مذاق اڑایا جا رہا ہے، جہاد کو دہشت گردی کا نام دیا جا رہا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ مغربی میڈیا جو کر رہا ہے سو کر رہا ہے ہمارا اپنا میڈا ابھی کسی سے کم نہیں جو آج تک جہاد اور دہشت گردی میں جو فرق ہے، نہیں سمجھ سکا۔ دہشت گردی ہمسایہ ملک میں ہوتی ہے، پابندی ہمارے یہاں مذہبی جماعتوں پر لگتی ہے وہ بھی بغیر ثبوت کے۔ ہمارا اپنا میڈیا جہاد، دہشت گردی، پردے کے احکامات، اسلامی سزاؤں کے قوانین اور خواتین کے حقوق کے بارے میں جو پراپیگنڈہ کر رہا ہے وہ بھی کوئی قابل ستائش نہیں بلکہ قابل صد افسوس ہے۔

اسی طرح وہ اسلامی ممالک جہاں اسلامی شرعی سزائیں نافذ ہیں اور جنھیں بنیاد پرستی کا طعنہ دیا جاتا ہے ان معاشروں میں عورت جس قدر محفوظ ہے اس کا تصور مغرب کے آزاد معاشرے میں نہیں کیا جا سکتا۔ سعودی عرب میں زیادتی کے واقعات بہت کم ہوتے ہیں، جب کہ نیویارک میں ہر پانچ منٹ کے بعد عورت سے زیادتی کی واردات کی رپورٹ ہوتی ہے۔ کیا امریکا بھی بنیاد پرست ہے کہ وہاں عورتوں سے زیادتی کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو مغربی ممالک میں تمام تر مادر پدر آزادی کے باوجود عورتوں سے زیادتی کے واقعات اتنی بڑی تعداد میں کیوں ہوتے ہیں؟

بہرکیف موجودہ دور میڈیا کا دور ہے، میڈیا کی لگام مغرب کے ہاتھ میں ہے اور وہ میڈیا کے زور پر ہمارے ذہنوں پر چھایا ہوا ہے۔ بنیاد پرستی کا پراپیگنڈہ اسی مہم کا حصہ ہے۔ حالاں کہ سچی بات یہ ہے کہ مغرب اسلام کے احیاء، اور اسلامی ممالک میں عوامی سطح پر ابھرتی ہوئی مذہبی لہر سے خوف زدہ ہے۔ جس کا مقابلہ کرنے کے لیے میڈیا نے بنیاد پرستی کے خلاف محاذ کھول رکھا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارا پڑھا لکھا طبقہ مغرب سے اس قدر متاثر ہے کہ وہ مغربی نظریات، تصورات اور اصطلاحات آنکھیں بند کر کے قبول کر لیتا ہے۔ گویا ہم نے مغرب سے جسمانی غلامی سے تو نجات حاصل کر لی ہے لیکن ذہنی غلامی سے نہیں۔ ذہنی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے بھی اسی طرح کی تحریکیں چلانے کی ضرورت ہے جس طرح ہم نے آزادی کے حصول کے لیے تحریکیں چلائی تھیں۔



تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے دو کتب کا آنا ضروری ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا قصہ

تالیف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

ضخامت: ۱۰۱ صفحات

قیمت: ۸۵ روپے

ناشر: دارالنور۔اسلام آباد

ملنے کا پتا: مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔فون: 7351124

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

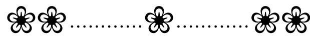
قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبروں اور رسولوں کے قصے بیان فرمائے ہیں اور ان قصوں کے بیان کرنے کا مقصد بھی بیان فرمایا ہے اور وہ مقصد یہ ہے کہ لوگ ان پر غور و فکر کریں۔

زیر تبصرہ کتاب میں مؤلف موصوف نے قرآنِ کریم میں بیان کردہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک ولولہ انگیز قصہ قربانی کو بڑی شرح وبسط سے بیان فرمایا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جس فرماں برداری واطاعت کا مظاہرہ اپنے والد کے سامنے اور خوشنودئ رب العالمین کے لیے کیا تھا۔اس قصے کی شان دار تفسیر اس کتاب میں بیان کی گئی ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ نے اس قصے سے متعلقہ آیات کی تفسیر اور ان سے اخذ کردہ دروس اور عبرتوں کے تحریر کرنے میں معتمد تفسیروں سے استفادہ کیا ہے اور اخذ کردہ دروس کی تائید کے لیے قرآن وسنت سے شواہد ذکر کیے ہیں۔

اور پھر ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ ضعیف احادیث اور اسرائیلی روایات سے کلیتًا اجتناب کیا گیا ہے اور کتاب کے آخر میں مراجع اور مصادر کے متعلق تفصیلی معلومات درج کردی گئی ہیں۔کتاب میں بیان کردہ دروس کی تعداد بتیس ہے۔

کمپیوٹر کی عمدہ کمپوزنگ، بہترین کاغذ اور خوب صورت ٹائٹل کارڈ کور ہے۔ درسِ قرآن دینے والے احباب کے لیے یہ ایک بہترین تحفہ ہے۔



تحریک ختم نبوت (حصہ ہفتم ۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء)

مؤلف: ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

ضخامت: ۵۷۶ صفحات

طبع اوّل: ۲۰۰۹ء

زیر اہتمام: مکتبہ قدوسیہ، لاہور

تبصرہ نگار: محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کا یہ ساتواں حصہ ہے، جس میں تحریک ختم نبوت کے بالکل ابتدائی دور کی تحریری اور تقریری سرگرمیوں کا بیان ہے جو اس دور کی نہایت اہم دستاویزات سے نقل کیا گیا ہے۔ ان دستاویزات میں مولانا عبدالمجید دہلوی رحمہ اللہ کی بیان للناس، مولانا عبداللہ شاجہان پوری رحمہ اللہ کی شفاء للناس، منشی محمد جعفر تھانیسری رحمہ اللہ کی تائید آسمانی، اور مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۸، اور ۱۲، اور ۱۳، اور ۱۵، ۱۶، اور ۱۷، اور ضمیمہ اخبار شحنہ ہند میرٹھ

خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

زیر نظر تالیف میں جن دوسری کتب کی تلخیص شامل کی جارہی ہے وہ شفاءللناس مصنفہ مولانا محمد عبداللہ شاہجہان پوری ہے، جو جناب محمد احسن امروہی قادیانی کی اعلام الناس کے جواب میں لکھی گئی اور ۱۸۹۱ء کے اواخر (۱۳۰۹ھ) میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے لٹریچر کی اہم ترین کتابوں میں سے ہے۔

منشی محمد جعفر تھانیسری مرحوم کی تائید آسمانی مصنفہ ۱۸۹۲ء کی تلخیص بھی کتاب ہذا میں نقل کردی ہے۔

نیز شاعر ختم نبوت منشی سعداللہ لدھیانوی کا منظوم کلام بھی قارئین کی ضیافت طبع کے لیے شامل کتاب کیا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب میں اور بھی بہت کچھ ہے جسے اس مختصر تبصرہ میں نشان دہی کرنا مشکل ہے۔

کتاب کی کمپوزنگ، کاغذ، طباعت اور جلد بندی کا معیار بہت بلند ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مخدوم اور محسن جماعت ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین صاحب سے ایک قابل قدر کام لے رہا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی علمی تاریخ کے لٹریچر میں انتہائی گراں قدر اضافہ ہو رہا ہے۔ تحفظ ختم نبوت کے باب میں پرانے اور فراموش لٹریچر کا احیا بھی ہو رہا ہے اور ہمارے اور آئندہ نسلوں کے لیے رطب و یابس سے پاک مستند اور معیاری نیا لٹریچر بھی وجود میں آرہا ہے۔ میری خواہش ہے کہ ڈاکٹر صاحب اس سلسلہ کتب کے سیٹ، علماء، خطباء، معروف مدارس دینیہ کے منتہی طلباء، اساتذہ اور دیگر اہل علم کو تحفۃً پیش کریں۔ کیوں کہ اتنی بڑی کتاب کو (جس کی آٹھویں جلد شائع ہو چکی ہے) خریدنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

بر کریماں کارہا دشوار نیست

اس تحریر کا اختتام فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری صدر جامعہ سلفیہ بنارس کے ان الفاظ سے کرتا ہوں جو انھوں نے ڈاکٹر بہاؤ الدین ﷾ کی مؤلفہ تاریخ اہل حدیث جلد دوم (طبع دہلی ۲۰۰۸ء) پر اپنی تقریظاتی تحریر کے اختتام پر لکھے ہیں۔ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری فرماتے ہیں:

محترم ڈاکٹر (بہاءالدین) کی محنت ہمت وحوصلہ اور جماعت کے لیے ان کے اخلاص وفدائیت ہی کی یہ تاثیر ہے کہ ہر طرف سے ان کے کام پر صدائے تحسین وآفرین بلند ہو رہی ہے۔ اس مقام پر مصنف علام کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ وتعبیرات کا دامن بے حد تنگ ہے۔ لہٰذا اس کی جگہ اللہ ربّ العزت سے ان کی ہر طرح کی صحت وسربلندی کے لیے، آخرت میں اجر جزیل کے لیے اور اس عظیم ومفید علمی منصوبہ کی تکمیل کے لیے بصد تضرع وخلوص دعا ہے۔

اللھم احسن لہ الجزاء، واسبغ علیہ نعمۃ الصحۃ والعافیۃ، واکرمہ فی الدنیا والآخرۃ، فانك سمیع مجیب۔



عیسائیوں کے اعتراضات اوران کے جوابات

مؤلف: مولانا فضل الرحمٰن بن محمد الازہری ﷾

ضخامت: ۶۴ صفحات

قیمت: ۳۵ روپے

ناشر: جامع مسجد مبارک، اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور

ملنے کا پتا: ریز مشینری سٹور، ۵۳۔نشتر روڈ لاہور۔فون: 7641358-59

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

حضرت مولانا فضل الرحمٰن بن میاں محمد الازہری ﷾ ان دنوں علامہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ کی خدمات پر ایک مفصل کتاب ترتیب دے رہے ہیں۔ زیر تبصرہ کتابچہ اسی کتاب کا ایک باب ہے۔ جس میں عیسائیوں کے اُن سارے سوالات کا جواب دیا گیا ہے جو امام ابن تیمیہ ؒ کے دور میں ان سے طلب کیے گئے تھے۔ عیسائی آج بھی انھیں چبائے ہوئے لقموں کی طرح چبائے جارہے ہیں۔

مولانا فضل الرحمٰن الازہری ﷾ نے مذکورہ پمفلٹ میں عیسائیت کا اصل چہرہ پیش کیا ہے اور امام صاحب کے اُن جوابات کو جو عیسائیت کے سوالات کے جواب میں دیئے گئے تھے۔ اسے آسان پیرائے میں

بیان کردیا ہے۔

زیر تبصرہ کتابچہ میں معلومات تحقیق کرکے اور اس کے اصل ماخذوں کے ساتھ دی گئی ہیں۔ مولانا موصوف ایک کثیر المطالعہ اور صاحب تحقیق شخصیت ہیں۔ تحقیق کے لیے اصل ماخذ تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور یہ یقیناً بڑا محنت طلب کام ہے۔

اس پمفلٹ میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تاریخ پیدائش ۶۶۱ھ/ ۱۳۶۳ء درج ہے جب کہ تاریخ وفات ۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء درج کی گئی ہے۔ انگریزی سنین میں کوئی ایک سال غلط ہے جس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔

سفید کاغذ اور کارڈ کور ہے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ ہے۔ قیمت بڑی مناسب رکھی گئی ہے۔



ماہنامہ دعوتِ اہل حدیث کا ''ختم نبوت'' نمبر

ایڈیٹر: حافظ عبدالحمید گوندل

ضخامت: ۴۸۰ صفحات

قیمت: ۱۰۰ روپے

خصوصیات: کمپیوٹر کمپوزنگ، مضبوط جلد، بہترین کاغذ و عمدہ طباعت

ناشر: ماہنامہ دعوتِ اہل حدیث، تیسری منزل مرکزی جامع مسجد محمدی اہل حدیث پکا قلعہ چوک حیدرآباد (سندھ)

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

عقیدۂ ختم نبوت، مسلمانوں کا بنیادی اور اسلام کا اساسی عقیدہ ہے۔ اس عقیدے کے تحفظ اور اشاعت کے لیے اہل حدیث نے ہمیشہ سرتوڑ کوششیں کی ہیں۔

مرزا قادیانی نے جب اپنے پر، پرزے نکالنے شروع کیے تھے اور اپنے دعاوی کے ذریعے خلافِ اسلام سرگرمیاں شروع کی تھیں اُسی وقت سرخیل اہل حدیث علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی اور علامہ محمد حسین بٹالوی علیہم الرحمہ نے مرزا کے دعاوی کو جھوٹ ثابت کیا اور اس کے دعاوی کی روشنی میں اس پر کفر کا فتویٰ دیا جس کی تائید بلا امتیاز مسلک و مشرب دیگر علماء نے بھی تائیدی دستخط فرما کر کی۔

زیر تبصرہ کتاب عقیدۂ ختم نبوت پر ماہنامہ دعوتِ اہل حدیث حیدرآباد سندھ کی مجلس علمی کی ایک عمدہ پیش کش ہے۔ اس خصوصی اشاعت کو اگر مرزائیت کے خلاف ایک مؤثر آواز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

اس خصوصی اشاعت کو گیارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں عقیدۂ ختم نبوت، دوسرے باب میں حیات سیدنا مسیح علیہ السلام، تیسرے میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، چوتھے باب میں فتنہ قادیانیت وردّ قادیانیت کا تذکرہ ہے۔ حصہ پنجم قادیانیت پر تحقیق و تنقید، باب ششم فتنہ قادیانیت پر اہل حدیث کی اوّلیات۔ باقی ابواب میں تحریک ختم نبوت اور اہل حدیث کی خدمات، عقیدۂ ختم نبوت اور نام نہاد مسلمان اور سلسلہ کذابین کا ذکر ہے۔ آخر کتاب میں مضامین نگار حضرات کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔

اس خصوصی اشاعت میں مدلل مضامین شامل ہیں۔ نام ور علمائے کرام و صحافی حضرات نے بڑی محنت اور کوشش سے ان مضامین کو ترتیب دیا ہے۔ علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ، قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری رحمہ اللہ، پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی، جناب ڈاکٹر بہاؤ الدین سلفی (لندن)، حافظ صلاح الدین یوسف، مؤرخ اسلام مولانا محمد اسحاق بھٹی، پروفیسر مولا بخش محمدی، جناب محمد رمضان یوسف سلفی، مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی، مولانا عبدالرحمٰن کیلانی صاحب کے بڑے مؤثر و علمی مضامین کے علاوہ دیگر قلم کاروں کے مضامین بھی پڑھنے کے لائق ہیں۔

دعوتِ اہل حدیث کی انتظامیہ مبارک باد کی مستحق ہے کہ اس نے ''مسلک اہل حدیث'' نمبر اور ''دفاع حدیث'' نمبر شائع کرنے کے بعد زیر تبصرہ ''ختم نبوت'' شائع کیا ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ وہ اس ادارے کی انتظامیہ کی مدد و نصرت فرمائے اور خدمت اسلام کی مزید توفیق سے نوازے۔

سرپرست ادارہ مولانا عبداللہ ناصر رحمانی، ڈاکٹر عبدالرقیب اور حافظ عبدالحمید گوندل صاحبان ودیگر عملہ کو اللہ کریم جزائے خیر عطا فرمائے، اوران کی محنت قبول فرمائے، آمین۔



دعوت دین کیسے دیں؟

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی
ضخامت: ۲۴۶صفحات
قیمت: ۲۰۰روپے
خصوصیات: سفید عمدہ کاغذ، بہترین طباعت، مضبوط جلد، کمپیوٹر کمپوزنگ
ناشر: مکتبہ قدوسیہ، رحمٰن مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 7230585
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی سچی ترین کتاب ہے۔ جو نبی آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا معجزہ بھی ہے۔ قیامت تک اس میں ردّ وبدل کا کوئی امکان نہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''دعوتِ دین کیسے دیں؟'' کے عنوان پر لکھی گئی ہے۔ سب سے بڑے داعی دین تو خود نبی کریم ﷺ ہی تھے۔ جنھوں نے امت محمدیہ پر دین اسلام کی دعوت کو پیش فرمایا۔ آپ ﷺ کا اندازِ دعوت کیا تھا اور آپ کیسے دعوتِ دین پیش فرماتے تھے۔ اس کتاب میں سارے طریقوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ جن افراد واحباب کو نبی ﷺ کے دور میں دعوتِ دین دی گئی۔ ان میں بچے، بوڑھے، جوان، تاجر، مشرکین، یہود ونصاریٰ، منافقین، مجوسی، ظالم وجابر، فقراء، امراء، بدو، تندرست اور مریض سبھی شامل تھے۔

نبی کریم ﷺ نے دعوتِ دین جس انداز سے پیش فرمائی۔ اس میں آپ ﷺ کو بے حد وحساب تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی فراست کے سامنے لوگ جھکتے چلے گئے اور یہ دعوتِ دین قیصر وکسریٰ کے محلات تک پہنچ گئی۔

مبلغ دین محمدی بننے کے لیے ضروری ہے کہ ایسی کتب کا مطالعہ کرکے ان سے بھرپور رہنمائی حاصل کی جائے اور وہی انداز اپنانے کی کوشش کی جائے جو آنحضرت ﷺ نے پیش فرمایا تھا۔

زیر تبصرہ کتاب دعوتِ دین کے موضوع پر بڑی شان دار کتاب ہے۔ اندازِ بیان عام فہم، قرآن وحدیث اور تفاسیر کے حوالوں سے مزین کتاب ہے۔

ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ کی اس کتاب میں دیکھا گیا ہے کہ انھوں نے موضوع کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہی سارا مواد جمع فرمایا ہے اور فالتو باتوں کو کہیں بھی ذکر نہیں کیا۔ ایک محققانہ انداز اور مفسرانہ شان سے انھوں نے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ جہاں ان کی دیگر تصانیف پڑھنے کے لائق ہیں یہ کتاب بھی لائق مطالعہ ہے۔

دعا ہے اللہ کریم انھیں مزید خدمت دین کی توفیق عطا کرے اور مصنف وناشر کی محنت قبول فرمائے، آمین۔



پروفیسر مولانا عبدالستار حامد کو صدمہ

برادر اصغر کا اندوہناک قتل

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے جید عالم دین مولانا حافظ عبدالستار حامد (وزیر آباد) کے چھوٹے بھائی حاجی محمد رمضان کو ۱۱،۱۲مئی ۲۰۰۹ء کی رات منڈی ڈھاباں سنگھ ضلع شیخوپورہ میں ڈاکوؤں نے قتل کر دیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حاجی محمد رمضان وقوعہ کی رات گھر میں تھے کہ چند ڈاکو گھر میں گھس آئے۔ ڈاکوؤں نے گھرانہ کو باندھ کر لوٹ مار کی اور ایک فروخت شدہ پلاٹ کی رقم کا بھی مطالبہ کیا۔ جب کہ پلاٹ کی رقم ابھی وصول نہیں ہوئی تھی۔ رقم دینے سے انکار پر ڈاکو انھیں شدید زخمی کر کے فرار ہو گئے۔ بعد ازاں موصوف نے میو ہسپتال لاہور میں جا کر دم توڑ دیا۔

اس اندھے قتل اور ڈکیتی کی واردات میں ایک قیمتی جان سے اہل گھرانہ دوچار ہو گئے۔ دعا ہے کہ اللہ کریم قاتلوں کو بے نقاب کروائے اور انتظامیہ کو چاہیے کہ اس قتل پر ملزموں کو کیفر کردار تک پہنچائے۔

اس صدمے پر ادارہ الاعتصام مولانا حامد سے تعزیت کرتا ہے اور شہید کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

آشوبِ ملّت

کہوں کیا دور حاضر کی کہانی — خفا ہیں مجھ سے الفاظ ومعانی
شعور و آگہی بھی دم بخود ہے — خرد کی بھی زباں ہے بے زبانی
قلم ناطاقتی سے سرنگوں ہے — ہوئی مفقود اس کی بھی روانی
ہوئی ہے منقلب حالت وطن کی — کہیں قائم نہیں صورت پرانی
نہ ہم آہنگیٔ فکر و عمل ہے — نہ ہم دردی ، نہ باہم ہم زبانی
نہ کوئی مرکزیت کا تصور — نہ قومیت کی ہے کوئی نشانی
صحافت آستاں بوسی سراپا — سیاست ہے سراسر لن ترانی
نہ راہی میں وہ شوق رہ نوردی — نہ رہبر میں خلوص دلستانی
نہ شاعر میں ہے سوزو درد مندی — نہ واعظ میں رہی وہ حق بیانی
غلامِ نفسِ امارہ ہے ہر شخص — ہوس کی ہر طرف ہے حکم رانی
یہاں معدوم ہے قرآن فہمی — اگرچہ عام ہے قرآن خوانی
غریبی میں فقط رونا شکم کا — امیری محض عیش و شادمانی
زہے گندم نمائی جو فروشی — بجائے دودھ کے ملتا ہے پانی
ملاوٹ کون سی شے میں نہیں ہے — یہ بیماری ہے ملت میں پرانی
سکون قلب عنقا ہوگیاہے — بلائے جاں ہوئی ہے سخت جانی

مصائب سے بچائے گی خدایا
تری رحمت، تری ہی مہربانی

[علیم ناصریؒ]